بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کیطرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے لوگ ہی مصلح ہوں

رسالہ تشحیذ الاذہان

جلد (۱)

نمبر (۲)

ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

باہتمام منیجر رسالہ تشحیذ الاذہان یکم جون سنہ ۱۹۰۶ء کو

قادیان دارالامان سے شائع ہوا

ہم کیا چاہتے ہیں

ہمارے بعض دوستوں نے ہمیں بڑے اخلاص کے ساتھ خطوط لکھے ہیں۔ کہ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہواری کیوں نہیں کیا گیا۔ اور سہ ماہی کیوں رکھا گیا۔ جس کے جواب میں ہم ان کو یہ خوشخبری سنانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ یہ رسالہ شروع سال سنہ ۱۹۰۷ء سے ماہوار کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ خریداروں کے کم ہونے کی صورت میں یہ امر بہت مشکل ہے۔ اس لئے ہم اپنے ان دوستوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں جو اس رسالہ کو ماہواری رسالہ کی صورت میں دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ کہ وہ اس کے لئے خریدار بہم پہونچانے کی کوشش کریں تاکہ یہ رسالہ ماہوار ہو سکے۔

اور ہم ابھی سے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر ہمیں سات سو خریدار بھی میسر آ گئے تو انشاء اللہ العزیز ہم شروع سال سے تشحیذ الاذہان کو ماہوار کر دیں گے۔

ہم نے یہ بھی انتظام کیا ہے۔ کہ جو ہمارے خریدار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرنا چاہیں وہ ہمیں لکھ دیا کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً حضرت صاحب کو دعا کے لئے یاد دلا دیا کریں گے۔

یہ ہم وعدہ نہیں کر سکتے کہ یہ انتظام کب تک چل سکے گا جب تک خدا توفیق دیگا ایسا کرتے رہیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

مینیجر رسالہ تشحیذ الاذہان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بقیہ اخوت اسلامی نمبر ا

ترجمہ - اور اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان عالم پر غالب کردے اور اس بات کا شاہد اللہ تعالٰی ہی ہے یعنی وہی اس کا ثبوت دینے والا ہے کہ یہ رسول اللہ کیطرف سے ہے اور ہدایت اور دین حق لیکر آیا ہے اور یہ دین تمام دینوں پر غالب ہو جائیگا اور وہی کافی شاہد ہے اور کسی دلیل یا ثبوت کی ضرورت نہیں - اللہ کا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے ساتھ والے ایسے ہیں کہ کفار کی گندی تعلیم کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا - اپنے درمیان ان کا سلوک نہائت رحم اور نرم دلی کا ہوتا ہے تو دیکھتا ہے ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنیوالے ان تمام کاموں میں انکی اصل غرض اللہ تعالےٰ کا فضل اور اسکی رضامندی اور خوشی حاصل کرنا ہے - ان سجدات کا اثر ان کے چہروں پر نمایاں ہے یہ انکی مثال تورات میں بیان ہوئی ہے اور انجیل میں انکی مثال کھیتی سے دیگئی ہے جو اپنی انگوری کو نکالے پھر وہ مضبوط ہو جائے - اور موٹی ہو جائے - - - - - - - - اور پھر خوب اپنے تنے پر قائم ہو جائے - ایسی کھیتی مزارع کو خوش لگتی ہے اور اس سے کافر غیظ و غضب سے بھر جاتا ہے - اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے ساتھ جو ایمان لاتے ہیں - اور سنوار و صلاحیت والے عمل کرتے ہیں - مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے اور داخل کئے جائینگے مومن و عمل صالح کرنیوالے جنات میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں - تو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کیسی مثال دی ہے - کہ ایمان لانیکا پاک کلمہ جو ہر ایک عیب سے پاک ہے اس درخت کی مانند ہے اور جسکی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں - اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان فرماتا ہے - تاکہ وہ سمجھ جائیں، اور نصیحت حاصل کریں - اور داخل کئے جائینگے وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے اپنے رب کے حکم سے۔ اس حالت میں انکی دعائے ملاقات سلام ہوگی اور ایکدوسرے کو سلامتی کا تحفہ دیا کریں گے۔ ان کے ہرایک کام میں امن صلح اور نرمی ہوگی۔

تحقیق متقی لوگ باغوں میں ہیں۔ جنمیں چشمے جاری ہیں۔ انہیں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور جو ان کے دلونمیں کسی قسم کا کینہ وغیرہ تھا (زمانہ جاہلیت کی عداوت وغیرہ) وہ سب ہم نے نکالدیا ہے۔ اور ان کے باہمی تعلقات بھائیوں جیسے ہو گئے ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہیں

یہ حالت جو قرآن شریف نے مسلمانوں کی بیان کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب میں رسول اللہ کی زندگی میں ایسی اخوت قائم ہو گئی تھی کہ انمیں کسی قسم کا پرانا کینہ وغیرہ نہیں رہا تھا اور انہوں نے اپنی پرانی عداوتوں کو بالکل بھلا دیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی ایسی ہمدردی کرتے تھے جیسے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے کر سکتا ہے۔ ان کے ہرایک کام میں صلح اور سلامتی تھی اور انہوں نے باہم جنگ اور عداوتیں بالکل ترک کر دی تھیں اور اسی صلح اور امن اور اندرونی اصلاح کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا ظاہری حال بھی سنوار دیا۔ اور ان کے دلوں کے آرام نے ان کے ظاہری بدنوں کو بھی آرام پہونچایا۔ وہ اسی دنیا میں ان جنات کے وارث ہو گئے جنکو دنیا جنات عدن کہتی ہے۔ اور انہیں آدم کا رہنا فخر کی بات ہے اور اسکی صلاحیت پر دال ہے کیونکہ جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہو ویسے ہی زبور میں بھی یہی وعدہ ہے "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض[۱] یرثہا عبادی الصالحون۔" (اور ضرور ضرور ہم نے زبور میں لکھدیا نصیحت کرنیکے بعد تحقیق ہم الارض کا وارث

---

[۱] الارض سے مراد بیت المقدس ہے یعنی شام کا ملک جسکو حضرت موسےٰ نے ارض مقدس کہا اسکی حکومت کیلئے شرط ہے کہ اس زمین پر ہمیشہ صالح لوگ حاکم رہا کریں گے اور واقعات نے بھی ایسا ہی ثبوت دیا ہے جبتک یہودیوں میں صلاحیت رہی وہ اس زمین کے مالک رہے اسکے بعد عیسائی حکومت کرتے رہے عیسائیوں کے بگڑنیکے بعد یہ موعودہ زمین مسلمانوں کے قبضے میں آئی اور ابتک انہیں کے قبضے میں ہے۔ یہ اسبات کا ثبوت ہے کہ مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جنمیں ابھی تک صلاحیت ہے اور یہی لوگ دنیا میں اصلاح کر سکتے ہیں۔

صالح لوگوں کو کرتے ہیں) اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں میں یہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی؟ اور کیسے عربوں جیسی کینہ پرور قوم نے یکلخت تمام کینوں کو اپنے سینوں سے دہو ڈالا؟ اور انمیں ایسی اخوت اور وحدت ہوگئی کہ دنیا میں اسکی مثال نہیں پائی جاتی اور رسول اللہ کی زندگی ہی میں انہوں نے اخوت اور وحدت قومی کا پھل بھی پالیا۔ وہ بنی نوع کے ساتھ محبت کرنے اور ایثار کرنے میں اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک پہونچ گئے۔ ان کے حالات پڑہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ اپنی جاہ اپنا مال اپنی عزت اور اولاد اور اپنی تمام دنیوی خواہشات اپنے خدائے ذوالجلال کیلئے قربان کر چکے تھے۔ انمیں ہر ایک اپنے وجود میں ابراہیم علیہ السلام کا سچا نمونہ تھا جس نے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرواری میں اپنے بیٹے کے حلق پر چھری رکھدی اور دنیا کی ابتر حالت کو دیکھکر ان کا دل اسیطرح کُڑھا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کی حالت کو دیکھکر کُڑھتا تھا اور دنیا کی اصلاح کیلئے انہوں نے اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کی۔ ان تمام باتوں کا جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس رب العلمین رحمٰن الرحیم خدا کی رحمت تھی + جب اس رحمٰن نے دیکھا کہ تمام دنیا میں فساد بڑھ چکا ہے اور دنیا کی حالت اس قابل نہیں رہی کہ وہ خود بخود اپنی اصلاح کر سکے اسکی رحمانیت کو جوش آیا اور جیسا کہ نوح علیہ السلام کے زمانے میں دنیا کے گناہوں کو دیکھکر خدا کے غضب کو جوش آیا تھا اسیطرح اب خشک زمین کو دیکھکر خدا کی رحمت کی بارش ہوئی کیونکہ اب رحمت کی باری تھی۔ اس رحمت نے ہمارے نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اختیار کیا۔ یا دوسرے لفظوں میں ہمارے نبی کریم اس رحمت کے مظہر ہیں۔ وہ نبی جو رؤف الرحیم اور رحمۃ للعلمین ہے اور وہ نبی جو رب العالمین کیطرف سے دنیا کی ہدایت کیلئے آیا نہ صرف بنی اسرائیل کا رب یا اسکی گم شدہ بھیڑوں کا چرواہا اور نہ وہ خدا جسکی رحمت آریہ ورت کے چند رشیوں تک ہی محدود رہی؟ اس مظہر رحمت اتم اور شفیع حقیقی کے ذریعہ جو پہلا فضل دنیا پر ہوا وہ توحید باری کا سبق تھا جس کو تمام دنیا بھول چکی تھی ہمیں اسوقت دنیا کے معبودوں اور ان کے مذہبوں کے بیان کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اس زمانے کی تاریخ پر اتنا بڑا سیاہ دھبہ ہے کہ اس کے دکھانے کیلئے کسی خاص شخص کو اسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس سے پہلے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل پر لا الٰہ الا اللہ کی

مبارک وحی ہو اور ان کے مبارک زبان اور مبارک لبوں سے لاالٰہ الا اللہ کا کلمہ نکلے تمام دنیا شرک میں مبتلا تھی اور معبودوں کی تعداد عابدوں کی تعداد سے بڑھی ہوئی تھی۔ اور اس بات کے سمجھنے کیلئے کسی فلسفی دماغ کی ضرورت نہیں کہ جبتک معبود واحد نہو دنیا میں کبھی وحدت و اخوت نہیں پھیل سکتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ کہ اگر دنیا میں دو معبود ہوتے تو زمین وآسمان میں فساد پڑ جاتا۔ تو اب ان لاانتہا معبودوں کے ہوتے ہوئے کسطرح وحدت ہوسکتی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اس بات کے ثبوت کیلئے کہ ایک خدا ماننے سے وحدت ہوسکتی اور مختلف معبود ماننے سے فساد پڑ جاتا ہے عربوں کی مثال کافی ہے اس سے پہلے وہ وحشی اور جنگجو تھے ایک قوم دوسری قوم کی دشمن تھی پھر ہر ایک قوم میں ہر ایک قبیلہ علیحدہ علیحدہ دشمن رکھتا تھا۔ پھر ہر ایک شخص کے ذاتی دشمن الگ تھے۔ ہر ایک قوم اپنے ہمسایہ کی دشمن اور ہمسائے ان کے دشمن تھے۔ جونہی وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے انہیں وحدت کی روح پھونک گئی۔ اور ایمان اور وحدت کا رشتہ انہیں اتنا مضبوط ہوگیا کہ دوسرے اختلاف اور جوش اس رشتے کو توڑ کر ان کو جدا نہ کرسکے اور اس ایمان کی برکت سے پراگندہ اور منتشر قوم پھر ایک ہوگئی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا "واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً" (پس اللہ تعالےٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس رسول کے آنے سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالدی اور آج خدا تعالےٰ کی نعمت سے تم ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہوگئے اور اس سے پہلے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اللہ تعالےٰ نے تم کو اس بری حالت سے چھڑا لیا) ضرور اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل تھا جس نے اس قوم میں اخوت والفت پیدا کردی جبکہ وہ بالکل معدوم ہوچکی تھی۔ ہاں یہ اسی خدا کا کام تھا۔ جو اس نے دنیا کو سکھایا اور جو بغیر کسی مادہ کے اور بغیر کسی غیر کی مدد کے نئی نئی خلق کرتا رہتا ہے اور نابود سے بود کرتا ہے۔ نہ آریہ ورت کا خدا جو مادہ کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ اور جو ہمیشہ اپنی ہی نااتفاقی کے سمندر میں غرق رہا اور دوسری دنیا کی کبھی بھی خبر نہ لی۔ اسمیں کون شک کرسکتا ہے کہ عربوں میں اخوت والفت کی خلق بالکل ایک نئی خلق تھی۔ اور یہ اس خالق ارض وسماد کا ہی کام تھا۔ نہ کسی

انسان کا۔ اگر انسان کیلئے یہ کام ممکن ہوتا تو یہود باوجود دو ہزار برس کی کوششوں کے اور عیسائی باوجود چھ سو برس کی جانفشانیوں کے کیوں ناکام رہے۔ پولوس سے لیکر ابو عامر تک جو رسول اللہ کے مقابلہ میں ہلاک ہوا کتنا بڑا عرصہ ہے اس عرصہ میں مشن بھی قائم کئے گئے ہتھیاروں سے کام لیا گیا۔ صلیب کی مدد کیلئے مذہبی جنگ کئے گئے عیسائیوں کے پاس ایکوقت میں صرف عرب میں اتنی فوج[1] تھی جو رسول اللہ کے صحابہ سے بھی بڑھکر تھی۔ اس فوج کی مدد سے عرب میں عیسائی مذہب پھیلانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ اصحاب فیل کے کروسیڈ سے تمام جہان آگاہ ہے لیکن اس ناکامی سے بھی تمام جہان خوب آگاہ ہے جو اس قوم کو عرب کے ملک میں ہوئی۔

اور پھر یادر ہے صاحبان نے عذر کر دیا کہ عرب کی حالت اسقدر تنزل کر چکی تھی کہ وہ عیسائیت جیسے اعلےٰ مذہب کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں پادر یصاحبان بھی وہ مردہ قوم تھی جسمیں اسلام نے زندگی کی روح پھونک دی۔ اور ان وحشیوں کو پہلے انسان بنایا پھر با اخلاق انسان بنایا۔ پھر باخدا انسان بنایا کیا عیسائی مذہب یا دنیا کا کوئی اور مذہب یا قوم اپنی تاریخ کے اوراق میں یہ نظارہ دکھا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ دیکھو خدا تعالے تمہیں اسطرح چیلنج کرتا ہے۔ جو اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین + فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین اگر تم محمد صلعم کی نبوت اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کی بابت شک میں ہو۔ اور اگر تم

[1] عیسائی فوج جو اصحاب فیل کے نام سے مشہور ہے۔ تعداد میں ساٹھ ہزار [۶۰۰۰۰] تھی اور انکے پاس سامان جنگ اور ہاتھی وغیرہ بھی تھے۔ رسول اللہ صلعم کے پاس جب مکہ والوں سے پہلی دفعہ لڑائی ہوئی صرف ۳۱۳ آدمی تھے اور انہیں سے کچھ کم عمر اور بہت سے فن جنگ میں اسقدر ماہر نہ تھے جیسے مکہ کے لوگ پھر بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے آنحضرت صلعم کامیاب ہوئے جس وقت رسول اللہ نے مکہ فتح کیا ہے قدوسیوں کی تعداد دس ہزار [۱۰۰۰۰] تھی۔

اس خیال میں ہو کہ یہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہے تو ایسی ایک کتاب بنالاؤ جو عملی طور پر وہ تاثیرات دکھلائے جو قرآن شریف نے دکھلائی ہیں۔ اور اس کام کے پورا کرنے کیلئے اللہ کے سوا اور تمام مددگاروں کو بھی بلالو۔ اور اگر تم نے نہ کیا۔ اور یہ ہم کہے دیتے ہیں کہ تم ہرگز نہیں کرسکوگے۔ تو پھر ثابت ہو جائیگا کہ یہ تمام کام اللہ تعالےٰ کیطرف سے ہیں۔ محمد صلعم رسول اللہ اور قرآن کتاب اللہ ہے تو پھر تم کیوں اس سے مقابلہ کرنیسے نہیں ڈرتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ سے کیوں نہیں بچتے جو انسان کو بھسم کردیتی ہے۔ اور تمام انکار کرنیوالے اس کا ایندھن ہوتے ہیں۔

ہم توراۃ وانجیل اور وید کے حامیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تاریخ سے ثابت کریں کہ کبھی کوئی کتاب دنیا کے کسی حصہ میں ایسی موثر ہوئی ہے جیسا کہ قرآن شریف عرب میں ہوا۔

نوٹ:۔ اسلام نے جو توحید سکھائی ہے۔ اس کا اثر غیر قوموں پر دو طرح سے پڑا بعض تو اسلام پر ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے اور بعض نے اسلام کی روشنی سے فائدہ اٹھایا لیکن اس روشنی کے منبع سے انکار کیا ہے۔ یہ اسلام کی برکت ہی تھی کہ ہندوستان جیسے بت پرست ملک میں نانک جیسے موحد پیدا ہو گئے اور سکھوں کی قوم اب تک موحد ہے اسی طرح آریہ اور برہمو لوگوں کا حال ہے۔ اور یورپ کے عیسائی موحدوں نے بھی اسلام سے فائدے حاصل کئے ہیں۔

فتح محمد طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور

مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے

سن ۱۹۰۶

تجلی ایک ماہوار رسالہ پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور کیطرف سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے فروری کے پرچہ میں کسی عیسائی ایف۔ ایم نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جسکی سرخی یہ ہے "مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے" مسٹر ایف ایم بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسالہ البلاغ میں ایک نوٹ دیکھا ہے۔ جسمیں اڈیٹر البلاغ نے لکھا ہے کہ "ایک صاحب ہم سے سوال کرتے ہیں۔ کہ جناب مسیح نے کیوں نہیں شادی کی؟ جواب دینے کے زیادہ مستحق عیسائی حضرات ہیں۔ لیکن ہم اپنے مضمون نگاروں سے درخواست کرتے ہیں کہ ایک مختصر سا مضمون جو سائل کیلئے تسلی بخش ہو لکھکر دفتر میں بھیجدیں۔ تاکہ ہمیں کسی پادری کا ممنون احسان نہ ہونا پڑے۔" پھر مسٹر ایف ایم لکھتے ہیں۔ کہ میں نے اس کے بعد متواتر کئی نمبر دیکھے۔ مگر کسی مسلمان نے جواب نہیں دیا۔ اور ہم اڈیٹر کی اولوالعزمی کی ضرور داد دیتے.... اگر اسکی یہ اولوالعزمی ناواقفیت پر مبنی نہ ہوتی کیونکہ بحکم آیۃ کریمہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اسکو کسی اہل کتاب کے مستفتی ہونے میں عار نہ کرنا چاہیئے۔"

ہمیں یہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اڈیٹر صاحب البلاغ نے یہ کیوں لکھا کہ ہم کسی پادری کے ممنون احسان ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم اسجگہ یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ مسٹر ایف ایم نے کسطرح لوگوں کو دھوکہ دیکر اپنے آپ کو آیۃ کریمہ مذکورہ کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ اور اڈیٹر صاحب البلاغ کو ملزم کیا ہے۔ کہ کیوں انہوں نے اس آیۃ کریمہ سے واقفیت حاصل نہیں کی۔

پادریصاحب نے اہل الذکر سے مراد اہل کتاب لیا ہے۔ حالانکہ قرآن شریف پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن شریف میں کسی جگہ بھی ذکر کے معنے کتاب کے نہیں آئے۔ ذکر کے معنے ہیں نصیحت۔ سمجھہ کی بات۔ اسلئے آیت مذکورہ کے یہ معنے ہوئے کہ ان سے دریافت کرو جن کے پاس نصیحت یا سمجھ کی بات ہے۔ نہ یہ کہ ان سے جن کے پاس کتاب ہے۔ کیونکہ اگر ذکر کے معنے کتاب کے لئے جائیں تو کیا آیۃ کریمہ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

کے یہ معنے کیئے جائیں گے کہ ہم نے قرآن کو کتاب کیلئے آسان کر دیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ ان معنوں سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ بلکہ اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہوں گے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ اب پادریصاحب کا فرض ہے۔ کہ اپنے آپ کو اہل نصیحت ثابت کر کے دکھلائیں۔ اگر ان کے پاس نصیحت ہوتی تو آج یہ تثلیث جیسے ناقابل تسلیم مسئلہ کو کیوں قبول کرتے جسکو عقل انسانی ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں مان سکتی۔

ذکر قرآن کریم کی صفت بھی ہے (دیکھو لغات القرآن صـ۱۷۵) والذکر صفت القرآن کما قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون وقال تعالیٰ ھذا ذکر مبارک ان معنوں کے لحاظ سے پادریصاحب غور کر کے بتلائیں کہ ایڈیٹر صاحب البلاغ نے کیا غلطی کی جبکہ انہوں نے فسئلوا اھل الذکر کے مطابق اھل الذکر (اھل القرآن) سے ہی دریافت کیا اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ آیت کریمہ کہاں کہاں اور کن کن معنوں میں آئی ہے۔ قرآن کریم میں یہ آیت دو جگہ واقع ہوئی ہے۔ اور دونوں جگہوں میں بالکل ایک ہی طرح وارد ہوئی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک جگہ من قبلک ہے۔ اور دوسری جگہ قبلک ہے۔ آیت کریمہ اسطرح پر ہے۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پارہ ۱۴ع ۱۲) و (پارہ ۱۷ع ۱) ترجمہ۔ اور ہم نے تجھسے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہ آدمی ہی ہوتے ہیں کہ ہم انکیطرف وحی کرتے ہیں۔ اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں تو اہل الذکر سے دریافت کر لو۔

اب ذرا آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ اہل الذکر سے کیا مراد ہے۔ کیا عیسائی (جن کے پاس انجیل ہے۔ جسکو وہ خود بھی کتاب تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ تجلی کے مارچ کے پرچہ صـ۱۱۱ میں لکھا ہے "مسیحی مذہب ایک روحانی مذہب ہے اور اسی لئے ان معنوں میں کتابی مذہب نہیں ہے جن معنوں میں محمدی مذہب ہے انجیل ایک کتاب کا نام نہ تھا") یا کہ کوئی اہل کتاب۔ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل الذکر وہ ہوتے ہیں جو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو رسول آیا کرتے ہیں۔ وہ رجال ہوا کرتے ہیں۔ اگر پادریصاحب اہل الذکر میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تو کیا ان کا فرض نہیں ہے؟ کہ وہ مسیح کو بھی رجل سمجھیں اور خدا نہ بنائیں۔ لیکن

آپ مسیح کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے تو پھر کسطرح ممکن ہے۔ کہ آپ اہل الذکر ہو سکیں۔

ہم اس مختصر سے مضمون میں صرف یہ نہیں دکھانا چاہتے کہ پادری ایف۔ ایم۔ نے یہ دجل کیا ہے۔ اور وہ ہو کہ دہی سے اپنے آپ کو اہل الذکر میں شامل کر کے ہمارے بھائی ایڈیٹر البلاغ کی ناواقفی کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ یہ تو زائد بحث تھی۔ جو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آگئی ہے۔ اب ہم اصل سوال کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم یہ بیان کریں۔ کہ یسوع کی شادی ہوئی یا نہ یا یہ کہ شادی ہونیکے ہمارے پاس کیا ثبوت ہیں۔ اور نہ ہونے کے کیا ہیں۔ ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ پادری صاحب نے جو یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اُن کو مسلمانوں سے بڑھکر علم ہے۔ کیونکہ مسلمان جواب نہیں دیسکتے حالانکہ اور وہ خوب دیسکتے ہیں) کہانتک صحیح ہے۔ پادری صاحب نے شادی نہ ہونیکی چار دلیلیں پیش کی ہیں۔ اور چاروں دلیلیں ایسی نکمی اور لچر ہیں۔ کہ ہم حیران ہیں کہ ایسی بودی دلیلوں کو ایسے رسالہ میں کیوں جگہ دیگئی جسکا دعوےٰ ہے کہ اس رسالہ میں فلسفہ مذہب پر بحث ہوتی ہے۔ پہلی دلیل جو پیش کیگئی ہے وہ یہ ہے۔ "حضرت یحییٰ حصور تھے عورتوں کی صحبت سے بالکل پرہیز کرنیوالے تھے۔ (آل عمران ع) اور یہی جواب اس سوال کا بھی ہو سکتا ہے"

ناظرین! غور کریں۔ کہ اول تو لفظ حصور قرآن کریم میں صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام کیلئے وارد ہوا۔ اگر کہیں یسوع کے لئے استعمال کیا گیا ہے تو پادری صاحب نکالکر دکھلائیں۔ ورنہ یہ انکا دعوےٰ بلا دلیل ردی میں پھینکنے کے لائق ہوگا۔ دوم۔ لفظ حصور کے معنے گو میرے بعض بزرگوں نے یہ بھی کئے ہیں۔ کہ عورتوں سے کلی پرہیز کرنیوالا۔ مگر حصور کے یہ معنے بھی ہیں عفیفا۔ مصلحا لامور الناس (لغات القرآن ص۱۱۵ تحت لفظ حصر) اور الکاتم للسر (دیکھو قاموس) بھی تو حصور کے معنے ہو سکتے ہیں۔ اب پادری صاحب یہ ثابت کرکے دکھائیں۔ کہ حصور وہی ہو سکتا ہے۔ جو شادی بھی نہ کرے۔ غور کرو حضرت ذکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اس کے جواب میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہاں تجھے ایک لڑکا دیا جاویگا جو حصور ہوگا

اب یہ سوال حل طلب ہے کہ کیا حضرت زکریا علیہ السلام نے جو وارث مانگا تھا۔ ان کو ایسا وارث ملنا چاہیئے جو آگے شادی نہ کرے۔ اور پھر وہاں تک ہی کام ختم ہو جائے۔ نہیں نہیں بلکہ اسطرح دعا کی قبولیت میں ایک نقص معلوم ہوگا۔ پھر خدا تعالےٰ قرآن کریم میں یہ بھی فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجًا وذریۃ۔ اب ایک ظاہر بین شخص کہیگا کہ دیکھو صاحب قرآن شریف میں خود اختلاف ہے۔ ایک طرف تو حضرت یحیٰی کو حصور کہا ہے۔ اور دوسریطرف کہا ہے کہ رسول کریم سے پہلے جتنے رسول تھے۔ انکی بیویاں تھیں۔ مگر تدبر کرنیوالا سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ حصور وہی ہو جسکی کوئی بیوی نہ ہو۔ بلکہ حصور بیوی والے شخص کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے باعث حصار کے اندر آجاتا ہے۔

سوم۔ اگر فرض کے طور پر ایک منٹ کے لئے یہ تسلیم بھی کیا جاوے۔ کہ حصور وہی ہو سکتا ہے جسکی شادی نہ ہوئی ہو۔ اور جو عورتوں سے بالکل پرہیز کرنیوالا ہو۔ تو ہم پادری صاحبان سے اسبات کا ثبوت ضرور دریافت کرینگے۔ کہ کیا یسوع بھی حصور میں شامل تھا؟ کیونکہ انجیل سے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ فاحشہ عورتیں اس کے پاس آتی تھیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے اس کے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دہوئے۔ اور پھر اپنے سر کے بال اس کے پاؤں پر ملے۔ اور پھر اسی عورت نے یسوع کے سر پر عطر بھی ڈالا جو سنگ مرمر کے عطردان میں لائی تھی اور اس امر کو لوگوں نے برا بھی سمجھا بعضوں نے تو یہ بھی کہدیا۔ کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ایسا نہ کرتا (دیکھو متی ۲۶: ۶ و ۷ مرقس ۱۴: ۳ لوقا ۷: ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹ یوحنا ۱۱: ۲۱) پھر یہی نہیں کہ عورتیں جو چاہیں کرتیں۔ بلکہ انجیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یسوع اس بدکار اور فاحشہ عورت اور اسکی بہن کو پیار بھی کرتا تھا (یوحنا باب ۱۱: ۵) اس سے معلوم ہوا کہ یسوع حصور نہ تھا اس کے آگے چلکر پادریصاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ خداوند مسیح نبی مادر زاد تھے جس کے ثبوت کیلئے (سورہ مریم ع) کا حوالہ دیتے ہیں۔ یوں تو تمام نبی مادر زاد نبی تھے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے سے نبی تھے کیونکہ خدا تعالےٰ کے علم میں وہ نبی ہو چکے تھے جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کنت نبیًا و کان آدم بین الماء والطین مگر جو رکوع پادریصاحب نے ثبوت کیلئے پیش کیا ہے۔ ہم نے اسوقت

اس رکوع کو بڑے تدبر سے پڑھا ہے۔ اور ہم یہ کہنے کو تیار ہیں کہ اس رکوع میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ مسیح مادرزاد نبی تھے۔ ہاں اس رکوع میں ایک لفظ ہے جو عیسائیت کو جڑھ سے اکھاڑ رہا ہے۔ جسکو اسجگہ بیان کیا جاتا ہے۔ گو مضمون سے اس کا کوئی بڑا تعلق نہیں ہے۔ اس رکوع میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام اقرار کرتے ہیں انی عبد اللہ۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ یسوع خود خدا تھا یا خدا کا بندہ تھا۔ پھر جناب مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا اسجگہ ذکر کے معنے نہیں بھی پادری صاحب غور کریں کہ یسوع خدا نہ تھے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے بندے تھے اور جو یسوع کو خدا کہتے ہیں وہ اہل الذکر نہیں ہیں۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "اور آپ کو خوب معلوم تھا کہ آپکی دنیاوی عمر صرف ۳۳ سال کی ہوگی"۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یسوع کو یہ علم تھا کہ انکی عمر ۳۳ سال کی ہوگی تو پھر وہ کیوں اپنی عمر کو ختم کرنے گے بعد مرتے وقت کہتے ہیں ایلی ایلی لما سبقتانی اور کیوں اپنی رہائی کی درخواست کرتے تھے جبکہ جانتے تھے کہ اب قطعی موت ہے کیونکہ میری عمر ختم ہو چکی ہے۔

پھر پادری صاحب دعوےٰ کرتے ہیں کہ آپ نے (یسوع ملعون نے) اپنی ساری عمر کو بمنظور ایثار نفس کے ساتھ فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ حتےٰ کہ آپ نے تمام ضروری لذات کو بھی بخوشی ترک کر دیا تھا۔ اور کھانے پینے سے بھی غافل تھے + ناظرین غور کریں۔ ایک شخص شراب پیتا ہے۔ فاحشہ عورتوں سے دوستی رکھتا ہے۔ اور پھر اس کے متعلق کہا جاتا ہے

ح۱ پادری صاحب گھبرائیں نہیں ہم نے یہ لفظ ان کے اپنے اصول کے مطابق لکھا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ پادری صاحب اس سے خوش ہونگے۔ کیونکہ یہی تو بات ہے۔ جس پر عیسائی مذہب کی بنیاد ہے اگر یسوع ملعون نہ ہوتا تو پھر کفارہ کسطرح جائز ہوتا۔

نوٹ۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو یاد رہے۔ کہ ہم حضرت مسیح ابن مریم کو ملعون نہیں کہتے جو خدا تعالےٰ کے پیارے نبی تھے۔ بلکہ عیسائیوں کا یسوع ملعون تھا۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہرگز نہیں۔ کیونکہ جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ وہ تو نہ خدا تعالےٰ کا بیٹا ہے۔ نہ ملعون ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا بشر رسول تھا۔

کہ اس نے فی سبیل اللہ لذات کو ترک کر دیا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ شرابی سے بڑھکر کون شخص لذات کا گرویدہ ہو سکتا ہے خاصکر جبکہ فاحشہ عورتوں کو بھی اسکی دوستی کا فخر حاصل ہو۔ کھانے پینے کے متعلق انجیل سے ثابت ہے۔ کہ یسوع ملعون کھانا کھاتا تھا۔ چنانچہ کھانا ہی تو کھانے گیا تھا۔ جبکہ مریم نے عطر چھڑکا اور اپنے آنسوؤں سے پاؤں دہوئے۔ جسکا حوالہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پھر پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ کیا اس کو زیبا تھا کہ اپنے بیش بہا آسمانی مقدس اوقات کا کوئی معتدبہ حصہ گرستی کے دہندوں .... میں تلف کر دے "۔ میرے خیال میں ایک شخص جو شراب پیئے۔ اس کے نشے کیجا لتیں رہے اور پھر شراب کے لوازم کو پورا کرنیکے لئے فاحشہ عورتوں سے دوستی لگانیں وقت خرچ کرتا ہے۔ اس سے تھوڑے وقت میں اپنے گھر کے سب کام کاج کر سکتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کہا جائے۔ کہ شادی کیلئے وقت تلف ہوتا ہے اور شراب پینے اور عورتوں سے دوستی لگانے میں وقت تلف نہیں ہوتا۔ ع

تم ہیں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے +

دوسری دلیل جو پادری صاحب نے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔ کہ "قرآن کریم میں ہے ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم (آل عمران ع) سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو مجرد پیدا کیا تھا۔ اور ہمیشہ مجرد ہی رہتے اگر انکے لئے انکی مثل انکی جنس سے ایک عورت نہ پیدا کر دیجاتی چنانچہ لکھا ہے۔ وخلق منھا زوجھا۔ مگر آدم ثانی یعنی خداوند مسیح پیدا ہوئے تو ان کا جوڑا نہیں پیدا کیا گیا۔ اور ان کا مجرد رہنا لازم آیا"۔ افسوس عیسائیوں کی عقل کو کیا ہو گیا۔ وہ ذرہ بھی غور نہیں کرتے۔ دیکھو خود یہ دلیل دیتے ہیں۔ کہ ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل ادم کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام آدم کی مانند تھے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ کہتے ہیں۔ کہ یسوع تو خدا کا بیٹا تھا۔ وہ ہر نسبت خدا ہی کے ساتھ رکھتا تھا۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں اسی آیت میں فرماتا ہے خلقہ من تراب۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام بھی مٹی سے پیدا کئے گئے۔ نہ یہ کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرزند تھے۔ یہ بات کہ آدم اول کیلئے تو اسکی قسم سے اسکی بیوی پیدا کیگئی تھی اور آدم ثانی کیلئے نہیں کیگئی غلط ہے۔ کیونکہ خلق منھا زوجھا کے یہ معنے نہیں کہ اگر حضرت حوا علیہا السلام پیدا نہ ہوتیں

تو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ممنوع تھا کہ وہ کسی اور عورت سے نکاح کرتے۔ بلکہ اسجگہ اللہ تعالےٰ تو اپنے احسانات یاد دلاتا ہے۔ کہ دیکھو ہم نے انسان کے لئے بیوی بھی اسکی قسم سے بنائی ہے۔ یہ ہمارا فضل ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مثل کوئی اور عورت تھی کہ نہیں۔ اس سوال پر غور کرنیسے جلد معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ بھی حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ اور عورتیں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی مثل تھیں تو کیا پھر یہ لازم آئیگا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی مثل بھی عورتیں موجود تھیں۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

تیسری دلیل پادریصاحب نے مسیح کے مجرد رہنے کیلئے یہ بیان کی ہے۔ کہ قرآن شریف میں اللہ کی ذات کی نسبت لکھا ہے۔ لم یلد ولم یولد اور پھر یہ کہ ولم تکن لہ صاحبۃ۔ خداوند مسیح کو ہر نسبت صرف خدا ہی کے ساتھ ہے۔ وہ خدا کے کلمہ اور خدا کی روح ہیں۔ جسکی نظیر دنیا کے پردے میں مفقود ہے۔ پس دنیاوی جسمانی اعتبار سے ان کے بھی کوئی باپ ہو سکتا ہے نہ کوئی اولاد اور نہ کوئی جورو۔" + پادریصاحب نے یہ دعوےٰ تو کیا ہے۔ کہ یسوع ملعون کو ہر نسبت خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے۔ مگر افسوس کہ اس کو اس دعوے کے وقت وہی آیت کریمہ یاد نہیں رہی۔ جو اس دعوےٰ کے ایک ہی سطر اوپر لکھکر اس دعوے کی دلیل ٹھہرائی ہے وہو ہذا۔ لم یلد ولم یولد۔ پادریصاحبان بتائیں۔ کہ یسوع آسمان سے گرا تھا۔ یا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پیدا ہوا تھا۔ اگر مریمؑ کے ہاں پیدا ہوئے تھے تو پھر لم یولد نہ رہے پھر دیکھئے کہ اگر خدا لم یلد اور لم یولد ہے۔ تو خدا باپ اور خدا بیٹا کے کیا معنے ہیں؟ کیا کوئی بغیر کسی کے جننے کے باپ ہو سکتا ہے۔ یا بغیر اس کے کہ جنا گیا ہو بیٹا ہو سکتا ہے۔ کیا یسوع لم یلد اور لم یولد والی صفت کے مطابق جو کہ پادریصاحب نے خود پیش کی ہے۔ خدا ہوئے یا انسان علاوہ ازیں پادریصاحب اس سوال کا جواب بھی دیں ...... ہے؟ کہ ایک شخص (مثلاً زید) کے ایک لڑکا ہے۔ جس کا نام بکر ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ زید کی بیوی نہ ہو۔ خاصکر اس صورت میں جبکہ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا ہو کہ بکر ایک عورت ہندہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اس معاملہ میں جب کوئی غور کرے گا۔ تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہندہ جو ہے

بکر کی ماں ہے۔ بیوقوف ہوگا جو یہ کہیگا کہ ہندہ کا زید سے کوئی تعلق نہیں۔ اس مثال سے واضح ہوگیا۔ کہ عیسائیوں نے خدا تعالے کو اسبات سے بھی جواب دیدیا ہے۔ کہ وہ صفت لم تکن له صاحبه سے متصف ہو۔ اب دیکھو یسوع کو خدا کی ساتھ کتنی نسبت دینے سے کیا نقص نکلا۔ کہ ان تینوں صفتوں سے جو خدا تعالے میں ہونی چاہئیں (اور اس امر میں پادریصاحب بھی متفق ہیں کیونکہ اگر متفق نہ ہوتے تو حوالہ نہ دیتے) خدائے واحد لاشریک کے پاس ایک بھی صفت باقی نہ رہی۔ ہاں اگر مسیح کو خدا تعالے سے علیحدہ کیا جاوے۔ تو خدا تعالے کے پاس تمام صفتیں ویسی کی ویسی ہی رہتی ہیں۔ انہیں کوئی نقص نہیں آتا۔ اگر حضرت عیسے علیہ السلام کو مثل آدم تسلیم کیا جاوے (جیسا کہ پادریصاحب نے بھی تسلیم کیا ہے) تو پھر خدا تعالے نہ لم یلد ہو سکتا ہے نہ لم یولد اور نہ اسے صاحبہ کی ضرورت رہتی ہے۔ ہم اس مختصر سے مضمون میں ابطال الوہیت کے دلائل مفصل ذکر نہیں کر سکتے صرف ایک دو موٹی موٹی دلیلیں بیان کرتے ہیں

۱۔ خدا تعالے کو کبھی کھانیکی ضرورت نہیں (جیسا کہ پادریصاحب کو یہ ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہوئے (کہ یسوع کو خدا تعالے سے تعلق ہے) اسبات کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ کھانیسے بھی یسوع غافل رہتا تھا) حالانکہ یسوع کھانا کھایا کرتا تھا۔ جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔

۲۔ خدا تعالے لم یولد ہے (جیسا کہ پادریصاحب نے تسلیم کیا ہے) اور یسوع تولد تھا۔ جسکو حضرت مریم علیہا السلام نے جنا۔

۳۔ خدا تعالیٰ فانی نہیں۔ یسوع فانی تھا۔ جیسا کہ بالآخر مر کر کشمیر میں مدفون ہوا

۴۔ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فاتح ہوتا ہے۔ اور کبھی مفتوح نہیں ہوتا اس کے بالمقابل یسوع یہودیوں کے ہاتھوں میں پھنسا۔ سولی دیا گیا جس سے کہ ان کے پیرووں نے بھی ان کا نام ملعون رکھا ہم اس بحث کو انہیں چار دلائل پر ختم کرتے ہیں۔ ع۔ کافی ہیں سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے + مندرجہ بالا بحث سے یہ تو ضرور معلوم ہوگیا۔ کہ مسیح خدا تعالے کی مشابہ نہ تھے۔ اسلئے لم تکن له صاحبه یسوع کی صفت نہیں ہو سکتی۔ چوتھی دلیل پادریصاحب نے یہ دی ہے۔ کہ یہ جو دنیا کے رشتے ہیں۔ باپ۔ بیٹا۔ جورو

اگر کوئی انہیں سے جسمانی تصورات کو علیحدہ کر دے۔ تو تہ میں ایک لطیف روحانی معنے پوشیدہ ہوتے ہیں۔۔۔۔ بالے۔ خاوند جورو کے رشتے میں جو روحانی معنے ہیں انکیطرف مقدس پولوس اشارہ فرماتے ہیں (۵: ۳۲) اور عیسائیوں کی عالمگیر جماعت یعنی مسیحی کلیسیا کو مسیح کا بدن اور مسیح کی دلہن کہا (انتہیٰ بلفظہٖ) ہمیں اسبات کے تسلیم کرنیمیں کوئی عذر نہیں کہ نبیوں کی امت انکی بیوی کے درجہ پر ہوتی ہے۔ مگر ہم یہ ضرور دریافت کرینگے۔ کہ کیا ضرور ہے کہ جسکا کوئی روحانی رشتہ ہو۔ اس کا ظاہر میں کوئی رشتہ نہ ہونا چاہیئے۔ آپ ہی فرمائیں کہ آپکی بیویاں بحیثیت اس کے کہ وہ عیسائیوں کے عالمگیر گروہ میں شامل ہیں۔ یسوع کی بیویاں ہیں (جیساکہ آپ نے ثابت کیا ہے) یہ انکا روحانی رشتہ ہے۔ تو پھر کیا وہ آپکی بیویاں نہیں ہیں؟ جیساکہ ظاہر میں اور فی الحقیقت ہیں۔ حالانکہ آپکے اصول کے مطابق یہ غلط ہے۔ لہذا یہ ضروری نہیں کہ اگر مسیح کی روحانی بیوی ہے۔ تو ظاہری نہ ہو۔

اب ہم پادریصاحب کیطرف سے اعراض کر کے اصل سائل کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یہ سوال کہ مسیح کلمۃ اللہ کیوں مجرد رہے۔ اصلاح طلب ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ یہ سوال کیا جاوے کہ مسیح کیوں مجرد رہے۔ یہ سوال ہونا چاہیئے۔ کہ کیا یسوع نے شادی کی۔ اگر اس سوال کے جواب میں ثابت ہو جائے۔ کہ شادی نہیں کی تب تو اصل سوال صحیح ہوگا۔ اور اگر برخلاف اس کے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مسیح نے شادی کی۔ تو پھر اس سوال کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اسلئے ہم پہلے اس سوال کے جواب میں کہ کیا مسیح نے شادی کی

لے اسجگہ جو عبارت ہے۔ اسمیں پادریصاحب مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم یسوع کو روح اللہ خدا کی جان یعنے خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ پادریصاحب ذرا بھی غور سے کام نہیں لیتے۔ کاش کہ وہ غور کرتے کہ قرآن کریم نے روح کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو من امر (یعنی الحکم سے) کے معنوں میں آیا ہے۔ دیکھو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی۔ اور دوسری جگہ پر ہے وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ روح کے معنے ہیں خدا تعالےٰ کے امر سے یا حکم سے اسلئے روح اللہ کے معنے ہوئے حضرت مسیح ابن مریم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہیں۔ نہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جان ہیں منہ

بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ مسیح علیہ السلام نے شادی کی تھی ۔ جیساکہ میرے مکرم و مخدوم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم ۔ اے ۔ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ۔ نے اپنے معزز و بے نظیر رسالہ کے اپریل ۱۹۰۵ء کے پرچہ میں ثابت کیا ہے ۔ اسجگہ میں ریویو آف ریلیجنز ۔ کی اصل عبارت نقل کرتا ہوں ۔ وھو ھذا :-

کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے

ایک زمانہ وہ تھا جب یہ کہنا کہ حضرت مسیح کے اور بھی بھائی اور بہنیں تھیں انکی شان کی ہتک سمجھا جاتا تھا ۔ کیونکہ اس بات کو ناممکن سمجھا جاتا تھا کہ خدا کی ماں نے فانی بچے جنے ۔ مگر اب یہ صورت نہیں کیونکہ عیسائی صاحبان نے اب تسلیم کرلیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کی سوائے مسیح کے اور اولاد بھی تھی لڑکے اور لڑکیاں بھی ۔ مگر اس امر کو کہ حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے ابتک بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ کیونکہ اس بات کو انکی شان الوہیت کے خلاف سمجھا جاتا ہی کہ خدا ہو کر وہ بیوی بھی رکھتے ہوں اور حقوق زوجیت کو بھی ادا کرتے ہوں حالانکہ شان الوہیت کو صدمہ پہنچانیوالی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بھوک بھی لگتی تھی اور کھانا بھی کھاتے تھے ۔ بلکہ انجیل میں تو لکھا ہے کہ جی اٹھنے کے بعد بھی آپ کو بھوک لگتی تھی اور آپ کھانا کھاتے رہے اور ایسا ہی جب آپکو پیاس لگتی تو آپ پانی پیتے تھے پس جس شخص کو یہ دو بشری تقاضے لگے ہوئے تھے وہ باقی بشریت کے تقاضوں سے خالی نہ ہو سکتا تھا ۔ چنانچہ قرآن شریف نے نہایت خوبصورت اور مختصر الفاظ میں انکی الوہیت کے بطلان میں صرف اسیقدر فرمایا ہے اور اسکو پھیلاؤ تو کئی جلدیں دلائل کی تیار ہو سکتی ہیں کہ کانا یا کلان الطعام یعنی حضرت مسیح اور انکی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے پس جو شخص دو یا تین وقت روٹی کھاکر بھی خدا رہ سکتا ہے بیوی رکھنے سے کیونکر اسکی کسر شان ہو سکتی ہے ۔ مگر کلیسیا نے حضرت مسیح کے نکاح کے انکار پر اصرار کو ہی مفید سمجھا ہے ۔ اور یہ کبھی نہیں خیال کیا کہ اس انکار کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کمال انسانی تجرد میں ہے نہ نکاح اور ادائیگی

حقوق زوجیت میں۔ علاوہ ازیں اگر مسیح نے نکاح نہیں کیا تو ہر ایک سچے عیسائی کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنے آقا اور مرشد کے نقش قدم پر چلے اور نہیں تو یہ فائدہ تو اس کا ضرور ہوگا کہ اس طریق سے دنیا اس جھوٹے عقیدہ والوں سے خالی ہوکر ایک غلط عقیدہ سے نجات پا جائیگی۔ ہاں عیسائیوں میں فرقہ مارمن ایسا پیدا ہوا ہے کہ اسکی تعلیم عیسائوں کے اس خیال پر پانی پھیرتی ہے

اخبار اگناسٹک جرنل ۱۸ مارچ کے پرچہ میں ایک مضمون مارمون پر چھپا ہے جس کے اثناء میں یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے صرف نکاح ہی نہیں کیا بلکہ ایک ہی وقت میں کم از کم تین بیبیاں ضرور تھیں۔ عیسائی اس بات کا منہ پر لانا بُرا سمجھتے ہیں مگر برا منانے کی اسمیں کیا بات ہے حضرت مسیح کے وقت میں تعددؔ ازدواج کا عام رواج تھا۔ اور آپ نے کبھی صراحتاً یا کنایتاً ایک لفظ بھی نہیں کہا جسمیں تعددؔ ازدواج کی مخالفت پائیجاتی ہو۔ پس اگر وہ اس کے مخالف نہ تھے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تعددؔ ازدواج کے حامی تھے۔ پھر اسپر عمل کرنا کونسی تعجب کی بات ہو سکتی ہے۔ مارمون کے پریزیڈنٹ ارمن ہائیڈ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ اس نے اپنے وعظ میں جو ایک عام جلسہ میں ۱۸۵۷ء میں بیان کیا گیا یہ کہا تھا "مریم اور مارتھا اور دوسری عورتوں کے متعلق جو مسیح کے ساتھ رہتی تھیں کیا کہنا چاہیے۔ پہلے زمانے میں (اور یہ رواج آجتک چلا جاتا ہے) عورتیں اپنے خاوندوں کو لارڈ (آقا) کے نام سے پکارتی تھیں جیسا کہ سائرہ کی مثال سے ظاہر ہے۔ لفظ لارڈ (آقا) بعض زبانوں میں لفظ ہسبنڈ (خاوند) کا مترادف ہے۔ اور ماسٹر (مالک) لارڈ (آقا) اور ہسبنڈ (خاوند) کے ایک ہی معنے ہیں۔ جب مریم ہفتہ کے پہلے دن قبر پر آئی تو بجائے یسوع کے اس نے دو فرشتوں کو سفید کپڑوں میں دیکھا اور انہوں نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیوں روتی ہے اس نے جواب دیا اس لئے کہ وہ میرے آقا (یعنی خاوند) کو لیگئے ہیں اور میں نہیں جانتی کہ انہوں نے اسے کہاں رکھدیا ہے اور جب وہ یہ کہہ چکی تو اس نے پھر کر دیکھا کہ یسوع کھڑا ہے مگر اس نے اسے پہچانا نہیں۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت تو روتی کیوں ہے اور کسے تلاش کرتی ہے اس نے اسے باغبان سمجھ کر کہا کہ اگر تو نے اسے یہاں سے اٹھایا ہے تو مجھے بتا کہ تو نے اسے کہاں رکھا ہے اور میں اسے لیجاؤنگی۔ یسوع نے اسے کہا مریم۔ اس نے پھر کر دیکھا اور کہا ربونی

یعنی اے میرے مالک ۔ کیا یہ الفاظ اس محبت کو ظاہر نہیں کرتے جو بیوی کو خاوند سے ہوتی ہے ضرور کرتے ہیں اور صاف طور پر ان یگانگت اور ہمدردی کے تعلقات کو ظاہر کرتے ہیں جو شوہر اور بی بی میں ہوتے ہیں ۔ محض اشتراک مذہب کی بنا پر ایسی محبت (ایک عورت اور مرد کے درمیان) ہرگز نہیں ہو سکتی ۔

اس کے بعد اور ثبوت حضرت مسیح کے نکاح کرنیکا اوراق انجیل سے دیا گیا ہے اور اس کے لئے انجیل یوحنا کے دوسرے باب کی ابتدائی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں ایک دعوت کا ذکر ہے جو کسی شادی کی تقریب پر ہوئی تھی یہ عجیب بات ہے کہ اس دعوت میں ایکطرف تو حضرت مسیح اور آپ کی ماں شریک ہیں اور دوسریطرف آپکے حواری بھی اسمیں شامل ہیں ۔ دولہا کا نام تو نہیں دیا گیا مگر ان قراین سے اس کے نام کی تعیین ایک حد تک ضرور ہو سکتی ہے وہ کون شخص ہو سکتا ہے جسکی خاطر ایک طرف تو حضرت مسیح کی ماں شامل دعوت ہو اور دوسریطرف وہ لوگ بھی شامل ہوں جنہوں نے مذہبی طور پر آپ سے تعلق پیدا کیا تھا ۔ یعنی آپ کے حواری ۔ ان دو فریقوں کے ایک ہی جگہ جمع ہونے کے لئے باعث کشش سوائے حضرت مسیح کے اور کوئی نہ ہو سکتا تھا اس کے علاوہ وہ وجوہات ہیں جو مارٹن پریزیڈنٹ نے اپنے وعظ میں بیان کئے تھے ۔ وہ کہتا ہے انجیل میں یہ لکھا ہے کہ "جب ان کو شراب کی ضرورت ہوئی تو یسوع کی ماں نے کہا کہ شراب نہیں رہی ۔ اگر یسوع کی ماں معمولی مہمانوں کی طرح اس دعوت میں آئی تھی تو اسکو شراب کے ختم ہو جانے پر کیوں تشویش ہوئی اور کیوں اس انتظام کی فکر پڑی کہ اور شراب مہیا ہو ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمانداری کا انتظام اسی کیطرف سے تھا ۔ اور حضرت مسیح کو خطاب کر کے کہنے سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ یہ انہیں کی شادی کی تقریب تھی " یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت میرا تجھ سے کچھ کام نہیں میرا وقت ابھی نہیں آیا ۔ اسکی ماں نے نوکروں کو حکم دیا کہ جو کچھ یہ یعنی یسوع تم سے کہے تم وہی کرو " اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوکر مریم کے ہی تھے جن کو یہ حکم دیا گیا کیونکہ اگر وہ کسی اور کے نوکر ہوتے تو مریم کو یہ کہنے کا حق کیا تھا ۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے بیٹے کا یہ جواب پسند نہیں آیا اور اسلئے انہوں نے نوکروں کو کہا کہ جو یسوع کہتا ہے وہی کرو

گویا ان کا منشاء یہ تھا کہ میں اب دخل نہیں دیتی تم جسطرح چاہو انتظام کرو" اور وہاں چھ پتھر کے مٹکے تھے جو یہودیوں کی رسم کے مطابق رکھے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک میں دو یا تین مشکیں پانی کی تھیں اور یسوع نے انکو کہا کہ ان مٹکوں کو پانی سے بھر دو۔ اور انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے انکو کہا کہ اب نکال لو۔ اور دعوت کے منتظم کے پاس لے جاؤ۔ اور جب اس منتظم نے پانی کو جو شراب بنایا گیا تھا چکھا۔ اور اس کو معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے (مگر نوکروں کو جنہوں نے پانی نکالا تھا علم تھا) تو دعوت کے منتظم نے دولہا کو بلایا اور اس کو کہا کہ ہر ایک آدمی شروع میں اچھی شراب دیتا ہے اور جب لوگ اچھی طرح سے پی لیں تو پھر وہ ناقص ہوتی ہے مگر تو نے اب تک عمدہ شراب دی ہے۔ صاحبان انجیل کی اس عبارت سے صفائی سے پتہ لگتا ہے کہ اس موقع پر برات کا دلہا خود مسیح ہی تھا کیونکہ شراب کا مہیا کرنا دولہا کا کام تھا جیسا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے اور اس موقعہ پر شراب کا مہیا کرنیوالا خود مسیح تھا لیس جسقدر کھلے لفظوں انا جیل کے مترجم اور کونسلیں اس مطلب کو ادا کر سکتی تھیں انہوں نے ادا کر دیا ہے اور اصل راز بتا دیا ہے بیں اسبات کو برا نہیں سمجھتا کہ ابراہیم کا بیٹا کہلاؤں یا اپنی نجات دہندہ کا بیٹا یا بھائی یا اسکی نسل سے کہلاؤں اگرچہ مریم اور مارتھا اور بہت ساری اور عورتیں اسکی بیویاں تھیں اور اگرچہ اس نے انہیں میں سے ایک میں سے سات شیطان بھی نکالے تھے میرے نزدیک یہ سب برابر ہے"

اب اس بات کے ثابت کرنے کے بعد کہ یسوع نے شادی کی تھی۔ اس سوال کی ضرورت نہ رہی۔ کہ مسیح کیوں مجرد رہے۔

والسلام علی من اتبع الھدٰی

عبدالرحیم از قادیاں - ۱۰ مئی سنہ ۱۹۰۶ء

ضرورت امام

قرآن شریف میں مامور من اللہ کے وقت کے لئے ایک نہائیت ہی لطیف مثال دیگئی ہے کہ وہ ایک بارش کیطرح ہے جسکے پڑتے ہی طرح طرح کے عمدہ پھل اور خوش کن پھول پیدا ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے قسم قسم کی بوٹیاں اور گھاس پھوس بھی پیدا ہوتا ہے پر اچھے درخت تو روز بروز زیادہ ہی پھولتے پھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ چھوٹی اور ردی بوٹیاں چند روز میں خشک ہو جاتی ہیں یا ان کو چرند و پرند کھا لیتے ہیں۔ اسیطرح اسوقت دو گروہ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر بڑے بڑے سایہ دار درختوں سے مشابہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو نکمی اور ناچیز بوٹیوں اور گھاس پھوس کیطرح ٹھیرتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جو کہ ہمیشہ اور ہر ایک رسول کے ساتھ ہوتی اور ہر ایک مامور من اللہ کے ظاہر ہوتے ہی طرح طرح کے خیالات کے لوگ ظہور پاتے اور بعض اس خبث اور بدظنی کیوجہ سے جو کہ انمیں ہوتی ہے کوئی نہ کوئی بات ایسی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جسکی وجہ سے اس رسول برحق کی اطاعت کا جوا زبردستی اپنی اتباع کی گردن پر سے اتار دیں لیکن یہ فتنہ سازیاں اور بہانہ بازیاں چل نہیں سکتیں اور آخر کار خداتعالے جو کہ بڑا غیور ہے اس گردن کو جسپر اسکی اطاعت کا جوا نہیں توڑ دیتا اور اس بیج کو جس نے دین کا بوجھ نہ اٹھایا ہو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض اور فرماتا ہے واما الزبد فیذھب جفاءً۔

سو اب بھی جبکہ خداتعالے کا ایک بہت بڑا رسول دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے ضروری تھا کہ دنیا میں ہر ایک طرز کے انسان پیدا ہوں جو ہر قسم کے نیک اور شریر مادہ کو اپنے اندر رکھتے ہوں بعض سعید فطرتیں جنکے دلمیں ذرہ سی بھی روحانیت تھی اسطرف کو جھکے اور خدا کا منور چہرہ دیکھا۔ لیکن وہ جو اپنے اندر ذرا سی بھی گند رکھتے تھے پھر گئے اور اس کے انکار کے لئے

وجوہات سوچنے لگے کاش کہ وہ بدگمانی سے کام نہ لیتے اور اس کے روشن پہلو کیطرف نظر ڈالتے۔ ہزاروں لوگوں نے ہزاروں مختلف وجوہات سوچیں۔ لیکن اسوقت ہم ایک خاص گروہ کے خیالات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے جو کہ روشنی کے بہت کچھ قریب پہونچ چکا ہے لیکن نہ معلوم کہ کیوں وہ پھر بھی اتنی دور پڑا ہے کہ بہت سے دوسرے گروہ اس سے زیادہ نزدیک ہیں یہ وہ گروہ ہے کہ جس کا دعوےٰ ہے کہ ہم اس شخص کو جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے سچا مانتے ہیں لیکن کیا ضرورت ہے کہ ہم اسکی بیعت میں داخل ہوں جبکہ ہم اسلام کے تمام احکام پر چلتے اور سب بدکاریوں سے بچتے ہیں تو پھر کیوں ہم خواہ مخواہ بیعت کریں۔

افسوس کہ یہ لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اگر ان کا دین کچھ وقعت رکھتا تو وہ خدا جو کہ علیم و بصیر ہے جو ان کے حالات کا ان سے زیادہ واقف ہے ایک شخص کو خاص طور سے چنکر کیوں بھیجتا۔ جب دنیا کو ایک مصلح کی ضرورت نہیں تھی اور جبکہ ہزاروں آدمی ایسے موجود تھے جو کہ خود نیک کام کرتے اور دوسروں کو بھی نیک کام کرنیکی ترغیب دیتے تھے تو پھر خدا کو یہ کیا سوجھی کہ خواہ مخواہ بغیر اس کے کہ کوئی ضرورت ہے ایک مصلح کو روانہ کر دیا کہ تا وہ لوگوں کو صراط مستقیم پر لاوے اور بُرے اور لغو کاموں سے روکے اور تاکہ وہ ان لوگوں کو صاف کرے جن کے دلوں میں گند ہے اور ان لوگوں کو جو اپنے دلوں میں ایک ذرہ بھی نیکی کا بیج رکھتے ہیں روحانیت اور معرفت تامہ کا پانی پلائے اور اسطرح اس بیج کو جو کہ خفیہ ان کے دلوں میں موجود تھا اور خطرناک حالت میں تھا اور قریب تھا کہ ایک پرند کیطرح شیطان اس بیج کو اٹھا کر کھا جائے ایک درخت کیصورت دے اور اس درجہ کو پہونچا دے کہ ہزارہا لوگ اس کے سایہ میں بیٹھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ خدا خوب جانتا ہے کہ اسوقت میرے بندوں کی کیسی حالت ہے اور ان کو کس بات کی ضرورت ہے۔ تم دنیا دی حالت کو ہی دیکھو اگر ایک قوم چاہے کہ ہم پر کوئی حاکم نہ مقرر کیا جائے بلکہ ہم بغیر کسی پیش و پس کے جو کچھ احکام صادر ہوں گے انکی تعمیل کریں گے اور انپر کاربند ہونگے تو کیا اس ملک کا شہنشاہ ایسا کر سکتا ہے کیا کبھی بغیر

حاکم کے کام چلاہے۔ تم لوگ دنیاوی باتوں میں تو ایک بادشاہ کی یا ایک صدر انجمن کی ضرورت کو محسوس کرتے ہو اور اسبات کو مانتے ہو کہ ایک پیشرو کا ہونا ضروری ہے اور بغیر ایک امام کے جماعت تتر بتر ہو جاوے گی اور مقاصد مین کامیابی حاصل کرنا مشکل ہو جائیگی لیکن دین کے معاملہ میں تمہاری عقلوں کو نہیں معلوم کیا ہو جاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے دنیاوی معاملہ کے لئے کہ جسمیں سوائے چند روزہ جھوٹے فائدہ کے اور کچھ نفع نہیں اسقدر کوشش اور تردد۔ لیکن اس عظیم الشان کام کے لئے کہ جسپر تمام آئندہ امیدوں کا دار ومدار ہے اور صرف جس ایک کام پہ ہی تمام فلاحیت اور مسرت منحصر ہے اسقدر کوتاہی اور تکبر۔

میں کہتا ہوں کہ اگر سب نیکیاں تم میں موجود ہیں اور بغیر کسی مصلح کی اطاعت کے تم سب احکام الٰہی پر کاربند ہو سکتے ہو تو بھی ایک مصلح کی ضرورت ہے اور ایک ایسا پیشرو تم کو چاہئے جو کہ نقائص کو دور کرے۔ اسلئے کہ خدا نے ایک رسول پیدا کیا اور تم نے اسکی اطاعت کو برا سمجھا اور تکبر کیا کہ جب ہم میں سب کچھ موجود ہے تو کیا وجہ کہ ہم اسکی اطاعت کریں پس اسکی اطاعت سے تمہارا تکبر بمعہ ان خفیہ غلطیوں کے جو کہ تم میں پائیجاتی ہیں اور تم خود ان سے ناواقف ہو دور ہو جاوے گا اور یہی خدا تعالےٰ کا منشاء ہے دیکھو ملائکہ کو اور ابلیس کو جو آدم کی اطاعت کا حکم دیا گیا تو کیا انمیں اسوقت ظاہرہ طور سے نقص تھا۔ نہیں بلکہ ملائکہ بھی صدق دل کے ساتھ اپنے کام میں مشغول تھے اور شیطان بھی ظاہرہ طور پر نیک کاموں میں حصہ لیتا تھا٭ تب ہی تو اس کو فرشتوں کے ساتھ وحی الٰہی ہوئی ملائکہ تو صاف باطن تھے انہوں نے خدا تعالےٰ کا حکم مانا اور اطاعت کے ساتھ سر جھکایا لیکن شیطان نے برا مانا اور تکبر کیا۔

پس جو اسکو حکم ملا ہے اور جو کچھ انکو کہا گیا اس سے خوف کرو اور اپنے خدا کے آگے عاجزی سے سر جھکاؤ۔ وہ کیا فیصلہ ہے ابٰی واستکبر وکان من الکافرین۔ پس اس دن سے ڈرو کہ تم بھی خدا تعالےٰ کے نزدیک کافر ٹھہرائے جاؤ اور شیطان کیطرح راندے جاؤ۔ یہ تمہارے دلوں کا کھوٹ ہے جو کہ یہ الفاظ تمہارے منہ سے نکلوا تا ہے

٭ یہ بات ہم صرف انہی لوگوں کے خیال کے مطابق کہتے ہیں ورنہ کوئی ثبوت نہیں کہ وہ نیک کام کرتا تھا۔

تم کہتے ہو کہ ہم احکام الٰہی پر چلتے ہیں لیکن یہ بات بھی غلط ہے اور بالکل سچائی سے گری ہوئی ہے۔ اول ہی اول تم اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حکم کے برخلاف کرتے ہو کیونکہ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ جو کوئی میں رسول بھیجوں اسکی اطاعت کرو یعنی دل سے قولاً و فعلاً اسکی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ بیعت کرنا اور اطاعت کرنا ایک ہی بات ہے کیونکہ بیعت کے معنے ہیں اپنے آپ کو بیچ دینا اور اسطرح بیعت کرنیوالا اقرار کرتا ہے کہ میں ایک غلام کیطرح جو کچھ حکم صادر ہوگا اسپر کاربند ہونگا اور یہی سچی اطاعت کے معنے ہیں۔ لیکن تم سرے سے ہی انکار کرتے ہو اور باوجود اس بات کے ماننے کے کہ یہ رسول خدا کیطرف سے ہے تم کو خدا تعالےٰ نے ایک دعا سکھائی ہے جو کہ کم سے کم دن میں چالیس بار تو تم کو ضرور پڑنی پڑتی ہے اگر غور سے دیکھو تو تمہارے اس بیہودہ سوال کا جواب خدا تعالےٰ نے خود اسمیں دیدیا ہے وہ دعا سورہ فاتحہ ہے اور جواب ہے ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم دنمیں پانچ وقت کئی دفعہ یہ دعا ایک امام کے پیچھے صفیں باندھکر کرتے ہو کیا وجہ کہ تم اسپر اعتراض نہیں کرتے کہ جب ہم جسطرح سے حکم دیا ہے نماز پڑھتے ہیں تو پھر کیوں اسطرح سے صفیں باندھکر کھڑے ہوں اور ایک خاص شخص کے تابع ہو کر جسطرح وہ پڑھتا ہے اسیطرح پڑھیں اگر وہ غلطی کرتا ہے تو ہم بھی غلطی کریں خواہ پیچھے سجدہ سہو ہی کرنا پڑے۔

درحقیقت جو اس جماعت کی نماز میں فلاسفی ہے وہی اسجگہ بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ جماعت میں ایک خاص برکت ہے اور جماعت اسوقت تک قائم نہیں ہوسکتی جبتک کہ ایک خاص شخص کو پیشوا نہ بنایا جائے۔ پس کیا تمہارا اپنا مقرر شدہ امام تو تم کو پسند آجاتا ہے لیکن خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ امام ناپسند ہوتا ہے اور جبکہ وہ تمہاری بہتری اسمیں دیکھتا ہے کہ تم اسکی اطاعت کرو۔ لیکن اسکی فرمانبرداری تم کو بری معلوم ہوتی اور اسکی پیروی سے کراہت پیدا ہوتی ہے۔

اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس مذکورہ بالا دعا میں اس کا جواب کیونکر پایا جاتا ہے۔ دیکھو پہلے تم کہتے ہو کہ ہم (بصیغہ جمع) تیری عبادت کرتے اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

یہ ایک جماعت کیطرف سے ہی اور جماعت بغیر ایک ایسے پیشوا کے نہیں ہو سکتی کہ جسکی اطاعت کیجائے پھر آگے چلکر ہے۔ چلا ہم کو سیدھے راستہ پر ان لوگوں کا راستہ کہ جنپر تو نے انعام کئے اسمیں خدا تعالےٰ تم کو سکھاتا ہے کہ یہ دعا مانگو کہ ہم پر فضل کر اور ہمارے لیڈر ایسے شخص نہوں جو کہ خدا سے غافل یا علوم روحانیہ سے بے بہرہ ہوں بلکہ ایسے لوگ ہمارے پیشوا ار گروہ سے کہ جنپر تو نے زمانہ گزشتہ میں انعام کیا یا زمانہ حال میں جنپر تو نے انعام کیا ہے پس اس دعا میں خدا تعالےٰ تم کو سکھاتا ہے کہ ایک لیڈر کا ہونا ضروری ہے اور وہ لیڈر ایسا ہونا چاہیئے جو کہ خدا تعالےٰ کا پیارا اور اس راستہ پر چلنے والا ہو جسپر خدا چلانا چاہتا ہے جیسا کہ آیت صراط الذین انعمت علیهم سے ظاہر ہے۔ یعنی ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا کہ جنپر تو نے انعام کیا اور ہم انہیں کے قدم بقدم چلیں اور ہم انکی اطاعت میں سرگرم اور دل و جاں سے تیار ہوں اور البتہ اگر ہم پھسل جائیں اور ہمارے امام و پیشوا مغضوب علیهم اور ضالین ہو جائیں۔

پس تم سوچو اور غور کرو کہ خدا تعالےٰ نے تم کو دن میں کئی دفعہ یہ دعائیں مانگنا فرض کی ہیں اور پھر بھی تم اگرچہ الفاظ کو رٹتے رہتے ہو لیکن اصل مطلب اور تہ کو نہیں پہونچتے خدا تعالےٰ اسمیں صاف تاکید فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کو اپنا پیشوا ضرور بناؤ جنپر میں نے فضل کیا خواہ وہ زمانہ حال کے ہوں یا زمانہ ماضی کے ورنہ مغضوب علیهم اور ضالین تمہارے امام اور پیشوا ہو جاوینگے اور یہاں اس زمانہ کیطرف بھی صاف اشارہ ہے کہ جب مسیح آخر الزمان ظاہر ہوا اور لوگوں نے اسکی اطاعت سے سر پھیرا اور مغضوب اور ضالین میں سے ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

میرے خیال میں اگر کوئی شخص ان واقعات پر غور کرے گا اور انصاف سے کام کرے گا تو وہ انشاء اللہ تعالےٰ سمجھے گا کہ باوجود کل احکام پر چلنے کے بھی ایک امام اور رسول برحق کی اطاعت کی اشد ضرورت ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد

ایڈیٹوریل نوٹس

آج جو اسلام کی حالت ہے۔ وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ خواہ کسی کے خیال میں آج اسلام مردہ مذہب ہی نہ ہو۔ لیکن احمدی جماعت کے نزدیک تو ضرور آج اسلام مرچکا ہے۔ وہ اسلام کہ جسکی نسبت خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام قرآن مجید میں فرماتا ہے **اکملت لکم دینکم** اور وہ جو نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے برگزیدہ اور جامع جمیع کمالات پر نازل ہوا تھا۔ اور جسکے بعد اب کوئی نیا دین نہ آئیگا جو کہ اس قرآن اور شریعت کے برخلاف کچھ اور پیش کرتا ہو۔ وہی اسلام آج ایسی بیکسی کیحالت میں پڑا ہے۔ کہ یورپین سٹیٹسمین یا زمانہ کیحالت کے سمجھنے والے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ دو سو سال (۲۰۰) کے اندر اسلام دنیا سے مفقود ہو جائیگا۔ اور خود بہی خواہان ملک کو بھی ہاتھوں پیر کی پڑ گئی ہے۔ اور وہ بڑے زور سے چلا رہے ہیں۔ کہ خدا کے لئے کچھ فکر کرو۔ ورنہ عذاب الٰہی سر پہ کھڑا ہے۔ لیکن افسوس کہ سوائے چلانے کے اور کوئی کام ان لوگوں سے نہیں ہو سکتا۔ چند لوگوں نے کمر ہمت کس کر چاہا۔ کہ اس ڈوبی ہوئی کشتی کو بچائیں۔ لیکن افسوس کہ وہ سب الٹی ہی راہوں میں جا پڑے۔ اور کوئی تو حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور کوئی بیہودہ کانٹ چھانٹ میں لگ گیا۔ وجہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ نہیں تھی۔ اور نہ انہوں نے کوشش ہی کی کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھیں۔ اور دین کو سدہاریں۔ بلکہ دنیوی جھگڑوں نے انکو تباہ کر دیا۔

ایسے وقت میں تو ایک آسمانی ہاتھ کے سوا کوئی نہیں جو بچا سکے۔ پس خدا تعالیٰ نے جو سمیع و بصیر ہے۔ اپنے وعدہ کے مطابق ایک شخص کو بھیجا اور اس کا بھیجنا ہی ہمارے لئے ایک بڑی دلیل ہے۔ کہ آج اسلام پر کوئی مصیبت آپڑی ہے۔ لیکن اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن گذر گئے کہ اسلام کوئی مردہ مذہب کہہ سکے۔ بلکہ خدا کی مدد سے اب اسلام کل دنیا پر حاوی ہونیوالا ہے۔ ہم نے بھی اپنے دلی خلوص کے ساتھ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ایسا نہ ہو یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہے اس موعود برحق کی اجازت سے جسکو کہ خدا نے مامور کیا ہے۔ نوجوانان ملک کی بہتری کے لئے اس رسالہ تشحیذ الاذہان کو جاری کیا ہے۔ تاکہ ہم ایسے تیار ہوں کہ تمام بیرونی اور

اندرونی حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔ لیکن افسوس کہ ابتک ایک بھی نوجوان ایسا نہیں نکلا کہ جس نے ہم کو کسی مضمون کے دینے کا وعدہ بھی کیا ہو۔ سوائے ان کے جو اس مشورہ میں شامل تھے۔ خدا کے فضل سے مضمونوں کی تو رسالہ کو کوئی کمی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایڈیٹر رسالہ بھی اس کو پورا کر سکتا ہے لیکن احمدی نوجوانوں کی ترقی کا دیکھنا ہی تو اصل مقصود ہے۔ کاش کہ کوئی ایسا دل ہو جو میری سنے اور کوئی آنکھ ہو۔ جو مجھ پر نظر کرے۔ اے میرے دوستو میں سچے دل سے تمہارا خیر خواہ ہوں۔ طاقت نہیں ورنہ تمہیں اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ کیا کیا جوش میرے دل میں موجزن ہیں۔ میں پھر بڑے درد دل سے کہتا ہوں کہ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔ میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے۔ بھئی یہ مضمون اسلئے نہیں لکھا۔ کہ اس سے آپ لوگ خدانخواستہ یہ سمجھیں کہ ہم گھبرا گئے ہیں۔ نہیں اور قطعاً نہیں۔ اور خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو۔ بلکہ صرف اسلئے یہ چند سطریں لکھی گئی ہیں۔ کہ شائد کوئی نیک دل میری باتوں پر کان دھرے۔ اور شائد کوئی ایسا ہو۔ جو اس زخمی دل پر مرہم کافور کا پھایا رکھے۔ اے خدا تو میری خواہش کو پورا کر۔ آمین۔ ثم آمین۔

ہماری نسبت معاصرین کی رائے

پہلے تو میں خداتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس کے فضل و کرم سے ہم ایک حد تک اس رسالہ کے اجرا میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ کمزوریاں رہ گئی ہیں انکو بھی اسکے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ وہ رفع کر دیگا۔ اس کا کیسا فضل ہے۔ کہ پہلا پرچہ نکل چکا ہے۔ اور دوسرے کیلئے میں اس وقت مضمون لکھ رہا ہوں۔ اور کیا ہی شکر کرنے کا مقام ہے۔ کہ پبلک نے اس رسالہ کو عزت کی نظروں سے دیکھا ہے چنانچہ ہم چند اخباروں کے ریویو یہاں مجملاً درج کرتے ہیں۔ تاکہ کفران نعمت نہ ہو۔

ریویو آف ریلیجنز

سب سے پہلے ہم رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی رائے کو مجملاً لکھتے ہیں۔ کہ اس رسالہ میں جو کہ ایک مانا ہوا رسالہ ہے۔ اور جس کے مضامین نے یورپ اور امریکہ میں ایک دھوم مچادی ہے اور ان لوگوں پر اسلام کی سچائی کو اسطرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ دشمنوں کو بھی منہ نہیں رہا کہ کچھ انکار کر سکیں۔ اور جسکی قیمت اسکے مضمون اور حجم کے لحاظ سے دو روپیہ کچھ بھی زیادہ نہیں ہے بلکہ بہت کم ہے۔ اسمیں جو کچھ اس رسالہ تشحیذ الاذہان کی بابت ریویو کیا گیا ہے۔ اس کے چند فقرات ہو بہو یہ ہیں۔

"رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جسکا پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع کیا گیا۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خداتعالیٰ اسمیں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں ۱۴ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن انکی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پہلے پڑھے مگر میں اس مضمون کو قوم کے مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بین دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ ...... الخ" اس کے آگے ریویو کے ایڈیٹر نے انٹروڈکشن کا نہایت عمدہ خلاصہ درج کیا ہے۔

(باقی دیکھو صفحہ ٹائیٹل پیج سوم)

أرأيت إسمعيل الدهلوي
كيف وما ولدت امي في ذلك
ما تقول يا سيدي في لحوم
الحمر الانسية
حرام فان طبخ فكسروا
قدورها واهريقوها
ويحك ما لك تضحك كالمجانين
يا سيدي في بيتك لقحة
نعم لقاح وجمل وجناء
نركب عليها
نوموا فان الليل تصبصب
الدنيا دار ابناها اجناها
تظلع او شئت رجلك
اراك اشعث الا ترجل
اسمعنا من اشعارك
السائلون ينهرون والمتعففون
يقرون
اذا قدرت على عدوك فاسمح
اندفع وارجع البقالة الي
اذا قبلت الارش ابطلت
القصاص
اكشط من ظهر الفرس
عاث الذئب في غنم جاري

کیا تو نے اسمعیل دہلوی کو دیکھا ہے
میں کسطرح دیکھتا کہ جب تو میری ماں بھی پیدا نہیں ہوئی تھی
اے میرے سردار گدہوں کے گوشت کے بارہ
میں تمہارا کیا فتوے ہے
حرام ہے۔ اور اگر پکایا گیا ہو تو ہانڈی کو توڑ
ڈالو اور اس کو پھینک دو۔
افسوس ہے تجھپر کہ تو دیوانوں کی طرح ہنستا ہے
اے میرے سردار کیا تیرے گھر کوئی دودہ والی اونٹنی ہے
ہاں کئی شیر دار اونٹنیاں ہیں اور ایک اونٹ اور
ایک سانڈنی ہے جسپر ہم سوار ہوتے ہیں
سو جاؤ کہ رات بڑی چلی گئی
دنیا ایک ایسا گھر ہے جسکا بہت آباد کرنیوالا بہت گناہ کرنیوالا ہے
تو لنگڑا چلتا ہے کیا تیرے پیر میں موچ آگئی ہے
میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تیرے بال بکھرے ہیں کیا تو کنگھی نہیں کرتا
ہمیں کچھ اپنے شعر سناؤ
سوالی جھڑکے جاتے ہیں۔ اور نہ سوال کرنیوالے
دعوت کیے جاتے ہیں
جب تو اپنے دشمن پر قابض ہو تو نرمی کر
جلدی جا اور اس کا چھن کو میری طرف لے آ
جب تو نے عوض میں مال لے لیا تو سزا کا
بدلہ کھو دیا
گھوڑے کی پیٹھ پر سے جھول اتار لے
میرے ہمسایہ کے گلہ پر بھیڑیا پڑا

اُقْعُدْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ وَاقْرَأْ
اَجْدَبَ الْمُلْكُ . اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ
صَرِيَ الْمَاءُ فِي الْخَابِيَةِ
تُؤْذِيْنِي الذُّبَابُ فَاْتِ بِالْمِذَبَّةِ
اِكْسَحْ فَاِنَّ الْكُنَاسَةَ اجْتَمَعَتْ
هٰذَا مُتَيَقِّظٌ كَمِيْشٌ وَذَالِكَ
جَاهِلٌ كَسْلَانُ
آفَةُ الْجَمَالِ الْخَبَلُ وَآفَةُ الْعَقْلِ
الْخَبَلُ
اِبْنُكَ اِبْنُ بُوحِكَ يَشْرَبُ
مِنْ صَبُوحِكَ
اِتَّخِذِ اللَّيْلَ جَمَلًا تُدْرِكْ
الْمُهْرُ يَحْتَاجُ اِلَى الرَّائِضِ
اَلَا لَا تَمْلَأِ الصَّفَنَ وَقُمْ وَتَبَاعَدِ
الضَّنَنَ
مَرَّ كَثِيْرٌ مِنَ اللَّيْلِ
اَرَأَيْتَ مَحْلَ الْاَرْبَعِيْنَ
نَعَمْ وَاَنَا اِذْ ذَاكَ غُلَامٌ لَمْ تَبِسْ
لِيْ سَبَلَةٌ وَلَا لِحْيَةٌ
اَرَأَيْتَ مَا شُنَّ عَلَى دِهْلِيْ
نَعَمْ وَاَنَا اِذْ ذَاكَ جَارِيَةٌ
عَذْرَاءُ

ستون کے پاس بیٹھ جا اور پڑھتا رہ
ملک میں قحط پڑ گیا الٰہی رحم کر
پانی مٹکے میں سڑ گیا ہے
ہمیں مکھیاں ستاتی ہیں۔ چوری لاؤ
جھاڑو دو کہ کوڑا جمع ہو گیا ہے
یہ شخص بیدار طبع اور چست ہے۔ اور وہ شخص
جاہل اور سست الوجود ہے
جمال کی آفت بگڑ جانا اعضاء کا ہے اور عقل
کی آفت دیوانہ ہو جانا ہے
تیرا بیٹا تیرے وجود سے نکلا ہے۔ اور تیری
ہی شراب پیتا ہے
رات کو اونٹ بنا لی مطلب کو پائے گا
بچھیرا چابک سوار کا محتاج ہے
خبردار ہو ٹوکری کو روٹی سے نہ بھر نفس کی
لگام کھینچ۔ اور بخل سے دور ہو جا
رات بہت چلی گئی
کیا تو نے چالیسویں سال کا قحط دیکھا ہے
ہاں اور میں اس وقت بے ڈاڑھی مونچھ کا
لڑکا تھا
کیا تو نے دیکھا جب دہلی لوٹی گئی تھی
ہاں اور میں اسوقت کنواری تھی

آپسمیں اگر کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صلح کر لینی چاہیئے کیونکہ اسمیں خیر اور برکت ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ غیر مذاہب کے ساتھ بھی یہ بات رکھی جائے بلکہ ان کے ساتھ سخت مذہبی عداوت رکھنا چاہیئے جبتک کہ مذہب کی غیرت نہو انسان کا مذہب ٹھیک نہیں ہوتا۔ اب جو یہ ہند و عیسائی ہمارے آنحضرتؐ کو گالیاں نکالتے ہیں تو کیا ہم ان کے ساتھ صلح رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ انکی محفلوں میں بیٹھنا اور ان کے ساتھ دوستی کرنا اون کے گھروں پر جانا تو معصیت میں داخل ہے ہاں آپسمیں جو ایک فرقہ میں ہوں تو لڑائی جھگڑہ کی زیادہ تر بنیاد بدظنی ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنی کیوجہ سے داخل ہوں گے خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں سے پوچھوں گا کہ اگر تم مجھپر بدظنی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا پر بدظنی نہ کرتے تو اس کے احکام پر کیوں نہ چلتے انہوں نے خدا پر بدظنی کی اور کفر اختیار کیا اور بعض تو خدا کے وجود تک کے منکر ہو گئے تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنی ہے۔

زلزلہ کی نسبت باتوں میں فرمایا کہ قرآن شریف میں زلزلہ آنیکی خبر دیگئی ہے کہ مسیح کے وقت ایسے زلزلے آئیں گے کہ شدت میں نہایت ہی سخت ہوں گے ابتک ان مولویوں نے یہ سب باتیں قیامت پر اوٹھا چھوڑی تھیں مگر یہ جو پیشگوئی ہے کہ حمل دار عورتوں کے حمل گر جائیں گے تو کیا قیامت کے دن عورتونکو حمل بھی ہوں گے یہ بات کچھ بھوپال کے نواب صدیق حسن خان نے سمجھی ہے لیکن افسوس کہ اب تک کوئی مولوی نہیں سمجھا کہ قیامت کو عورتوں کے حمل کہاں ہوں گے۔ کئی مسائل ہیں کہ جن کا ظاہر ہونا مسیح کے وقتمیں بیان کیا گیا تھا یہانتک کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوگا اور کہیگا کہ یہ کون شخص ہے کہ ہمارے مذہب کے بر خلاف باتیں بناتا ہے جو آجتک نہیں سنی۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے ان نشانیوں میں سے ایک زلزلہ بھی ہے کہ علماء اس کو قیامت کے وقت قرار دیتے ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں زلزلے جو آئے ہیں کیا ایسے کبھی پہلے بھی دیکھے یا سنے تھے یہ اصل میں قرآن شریف کی اسی پیشگوئی کے مطابق آئے۔

ایک قادیاں کا آریہ کسی بیمار کے لئے دوائی پوچھنے کیلئے آیا اس کے ساتھ کچھ مذہبی گفتگو ہو گئی چونکہ گھر میں ہوئی ہے اسلئے یہ بھی داخل کیجاتی ہے لیکن افسوس کہ میں پیچھے آیا اسلئے

غیبت

غیبت کرنیوالے کی نسبت قرآن کریم میں ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں اور پھر صبح اوٹھ کر وہی کام شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن اس سے بچنا چاہیئے۔ عورتوںکی خاص سورت قرآن شریف میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میںنے بہشت میں دیکھا کہ فقیر زیادہ تھے اور دوزخمیں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں۔ فرمایا کہ عورتوںمیں چند عیب بہت سخت ہیں اور کثرت سے ہیں ایک شیخی کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے ہیں۔ پھر یہ کہ قوم پر فخر کرنا کہ فلاں تو کمینی ذات کی عورت ہے یا فلاں ہم سے نیچی ذات کی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی غریب عورت انمیں بیٹھی ہوتی ہے تو اس سے نفرت کرتی ہیں اور اسکی طرف اشارہ شروع کر دیتی ہیں کہ کیسے غلیظ کپڑے پہنے ہیں زیور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ فرمایا کہ عورت پر اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے نبی کریم نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اٹھا کر وہاں رکھدے اور جب وہ عورت اس بڑے اینٹوں کے انبار کو دوسری جگہ پر رکھدے تو پھر اس کا خاوند اس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھدے تو اس عورت کو چاہیئے کہ چون چرا ذرہ نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ فرمایا کہ عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ انپر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی ان کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوںکو گویا کہ بالکل کرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ انکی خبرگیری کر اس کا تمام کپڑا کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمہ ہیں۔ فرمایا کہ دیکھو موچی ایک جوتی میں بد دیانتی سے کچھ کا کچھ پھیر دیتا ہے صرف اس لئے کہ اس سے کچھ بچ رہے تو جورو بچوں کے پیٹ پالوں۔ سپاہی لڑائی میں جا کر سر کٹاتے ہیں صرف اسلئے کہ کسی طرح جورو بچوں کا گزارہ ہو۔ فرمایا کہ بڑے بڑے عہدہ دار رشوت کے الزام میں پکڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں وہ کیا ہوتا ہے عورتوں کے لئے ہوتا ہے عورت کہتی ہے کہ مجھکو زیور چاہیئے کپڑا چاہیئے مجبوراً بیچارہ کو کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا نے ایسی طرزوں سے رزق کمانا منع فرمایا ہے یہانتک عورتوں کے حقوق ہیں کہ جب مرد کو کہا گیا ہے ان کو طلاق دو تو مہر کے علاوہ ان کو کچھ اور بھی دو کیونکہ اسوقت تمہاری ہمیشہ کے لئے اس سے جدائی لازم ہوتی ہے پس لازم ہے ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

قرآن شریف کے ترجمہ کی بابت ذکر ہوا تو فرمایا دیکھو متوفی کے معنے ہمارے مخالف مولوی

مرنے کے کرتے ہیں لیکن جب مسیح کے بارہ میں یہ لفظ آجائے تو اس کا اور ہی مطلب بتاتے ہیں کہ آسمان پر مع جسم عنصری کے چڑھ گیا۔ حضرت یوسف اور آنحضرتؐ کے بارہ میں جب یہ لفظ آجائے تب تو وفات کے معنے وہی موت کئے جاتے ہیں افسوس چاہئے تو تھا کہ اگر معنے بدلنے ہی ہوتے تو آنحضرت صلعم کے لئے بدلے جاتے

فرمایا قرآن شریف تو بتاتا ہے کہ آسمان پر تمہارا جانا ناممکن ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہدے میں ایک بشر رسول ہوں میں آسمان پر کیونکر چلا جاؤں اور پھر قرآن شریف میں ہے مستقر ومتاع الی حین پھر فرمایا کہ مخالف مولوی ہماری مخالفت میں معراج کی حدیث پیش کرتے ہیں حالانکہ حضرت عایشہ کا مذہب تھا کہ جو کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مع جسم عنصری آسمان پر گئے وہ آنحضرتؐ پر تہمت لگاتا ہے۔ اسیطرح اور ائمہ و اصحاب کرام کا بھی یہی مذہب رہا ہے کہ آنحضرت ایک نورانی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے نہ کہ اس جسم کے ساتھ۔ ایسا ہی شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی مذہب تھا اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ ایک اور نورانی جسم ملتا ہے جس سے کہ انسان آسمان پر جاتا ہے

ایک شخص نے تحریر کیا کہ یہاں اور بہت لوگوں کو الہام ہوتا ہے مجھکو خواب تک نہیں آتی۔ آپ دعا کریں کہ مجھکو بھی الہام ہوا کریں کیونکہ میری عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اسمیں گزرا ہے۔ اسلئے کوئی ایسی بات بتائیں جس سے میری مراد پوری ہو جائے اس پر جو حضرت صاحب نے حکم تحریر کیا ہے اس قابل ہے کہ ناظرین رسالہ ہذا بھی اس سے مطلع کئے جائیں کیونکہ یہ اس امام برحق کے الفاظ ہیں جنکا ایک ایک لفظ ہمارے لئے جواہرات سے بڑھکر قیمت رکھتا ہے۔ ایڈیٹر

حضرت نے یہ جواب دیا

السلام علیکم۔ الہام خدا تعالےٰ کا فعل ہے۔ بندہ کی الہام میں فضیلت نہیں بلکہ اعمال صالحہ میں فضیلت ہے اور اسمیں کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے سو نیک کاموں میں کوشش چاہئے تاکہ موجب نجات ہو والسلام ۔ مرزا غلام احمدؐ۔

چونکہ کچھ مدت سے حضرت کی طبیعت دن کے دوسرے حصے میں اکثر خراب ہو جاتی ہے اسلئے نماز مغرب اور عشا گھر میں باجماعت پڑھ لیتے ہیں باہر تشریف نہیں لاسکتے ایک دن نماز مغرب کے بعد

چند عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا جو سننے کے قابل ہے۔ ایڈیٹر

فرمایا کہ کوئی یہ نہ دل میں گمان کرے کہ یہ روز گھر میں جمع کر کے نماز پڑھا دیتے ہیں اور باہر نہیں جاتے۔ یہ نبی کریم نے پیشگوئی کی تھی کہ آنیوالا شخص نماز جمع کیا کریگا سو چھ مہینہ تک تو باہر جمع کرواتا رہا ہوں اب میں نے کہا کہ عورتو تمہیں بھی اس پیشگوئی کو پورا کر دینا چاہیئے چونکہ بغیر ضرورت کے نماز جمع کرنا ناجائز ہے اسلئے خدا نے مجھکو بیمار کر دیا اور اسطرح سے نبی کریم کی پیشگوئی کو پورا کر دیا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کرے کیونکہ وہ پورا نہو تو آنحضرت صلعم نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں اسلئے ہر ایک کو وہ بات جو اس کے اختیار میں ہو نبی کریم کے کہنے کے موافق پوری کر دینی چاہیئے اور خدا خود سامان بھی مہیا کر دیتا ہے۔ جیساکہ مجھکو بیمار کر دیا تاکہ آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کر دے۔ جیساکہ ایک دفعہ نبی کریم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تیرا اسوقت کیا حال ہوگا جبکہ تیرے ہاتھ میں کسرے کے سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے۔

آنحضرت کی وفات کے بعد جب کسریٰ کا ملک فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سونے کے کڑے جو لوٹ میں آئے تھے پہنائے حالانکہ سونے کے کڑے یا کوئی اور چیز سونے کی مردوں کیلئے ایسی ہی حرام ہے جیساکہ اور حرام چیزیں لیکن چونکہ نبی کریم کے منہ سے یہ بات نکلی تھی اسلئے پوری کی گئی۔ اسیطرح ہر ایک دوسرے انسان کو بھی آنحضرت صلعم کے قول کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

فرمایا کہ دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلعم نے پیشگوئی کی تھی جو اسیطرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اتریگا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہونگی سو اسیطرح مجھکو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول ✤ ہمارے مخالف مولوی اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ وہ مسیح جوگیوں کی طرح دو چادریں اوڑھے ہوئے آسمان سے نیچے اتریں گے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ معبروں نے ہمیشہ زرد چادر کے معنے بیماری ہی لکھے ہیں ہر ایک شخص جو زرد چادر دیکھے یا اور کوئی زرد چیز تو اس کے معنے بیماری کے ہی ہوں گے اور ہر ایک شخص جو ایسا دیکھے آزما سکتا ہے کہ اسکے معنی یہی ہیں

دو عورتوں کے جھگڑہ پر فرمایا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ والصلح خیر۔ اسلئے

(بقیہ از صفحہ ۵۸)

بدر اب میں اخبار بدر کی رائے کو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اخبار ہفتہ وار قادیان دارالامان سے باوجود نہایت عمدہ مضامین کے صرف تین روپیہ سالانہ قیمت پر جاری کیا جاتا ہے۔ اسمیں بھی ہمارے رسالہ کی نسبت ایک زبردست ریویو کیا گیا ہے۔ جس کے چند فقرات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"اس رسالہ (تشحیذ الاذہان) کا پہلا نمبر یکم مارچ سنہ ۱۹۰۶ء کو شائع ہو گیا۔ یہ رسالہ اول سے آخر تک دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔ مگر سب سے زیادہ کم یاب اور بیش قیمت حصہ اس رسالہ کا وہ ہے جو اس کے سب سے آخری صفحوں میں درج کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ نصائح جو آپ گھر میں عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ اس ڈائری کو صرف اسی رسالہ کا لائق اور قابل عزت ایڈیٹر ہی نباہ سکتا ہے۔ اور دوسرے کا کام نہیں۔ اس رسالہ میں اگر دوسری کوئی مفید بات بھی نہ ہوتی تب بھی ان دو صفحوں کی خاطر یہ رسالہ اس قابل ہے۔ کہ اس کو سر آنکھوں پر رکھ لیا جاوے۔ لیکن اس کے سوائے دوسرے مضامین مفید اور دلچسپ ہیں قیمت صرف ۱۲ ہے۔ اور رسالہ سال میں چار دفعہ نکلے گا۔ بہتر ہوتا کہ یہ رسالہ ماہوار نکلتا۔"

نیر اعظم :۔ یہ اخبار مراد آباد سے ہفتہ وار نکلتا ہے۔ اور ہندوستان کے قدیم اور زبردست اخباروں میں سے ہے اس کے ایڈیٹر کی بے تعصبی بیشک داد دینے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہ اخبار سلسلہ عالیہ احمدیہ سے کوئی مذہبی تعلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی رائے بہت وزن دار ہے۔ اس رسالہ کے اغراض وغیرہ بیان کرنے کے بعد جو فقرہ لائق ایڈیٹر نے لکھا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ ناظرین تک اس کو پہنچایا جائے۔ اور وہ یہ ہے:۔ "ہمارے پاس اس کا پہلا نمبر پہونچا ہے۔ جسمیں سات مضامین ہیں۔ بلامبالغہ اسلامی رسالوں میں ریویو آف ریلیجنز کے بعد اس کا شمار کرنا چاہیئے۔ مذہب اسلام کو اس کے اجرا سے بہت مدد ملے گی۔ ضخامت ۸ صفحے ۲۶×۳۰ کی ہے قیمت ۱۲ سالانہ کچھ بھی نہیں"۔ الخ اس ریویو میں ایڈیٹر صاحب ہم کو صلاح دیتے ہیں

کہ اس رسالہ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ سے علیحدہ کیا جاوے جس سے ہمکو اتفاق نہیں ہے۔ اور ہم اس کے متعلق آئندہ پرچہ میں انشاء اللہ کچھ لکھ سکیں گے۔

اخبار خبردار۔ یہ ہفتہ وار اخبار لاہور سے نکلتا ہے۔ اور اس کے لائق ایڈیٹر نے بھی نہائت بے تعصبی سے ریویو کیا ہے۔ لیکن آخری فقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ خدا جانے اس سے ایڈیٹر کی کیا مراد ہے۔ وہو ہذا۔ "امید ہے کہ مرزا صاحب کے وسیع مریدوں کے حلقہ میں خوب ہر دلعزیزی حاصل کریگا گو عوام کو اس سے دلچسپی نہ ہو" کیا اسلام کی سچائی کو دشمنوں پر ثابت کرنا ایک ایسا کام ہے جس سے اہل اسلام کو کچھ بھی نفرت ہے۔ بلکہ ہر ایک مسلمان کا سب سے بڑا فرض یہی ہے کہ خدائے واحد کا نام دنیا میں پھیلایا جائے۔

البیان۔ یہ ایک نہائت مفید رسالہ عربی اور اردو زبانمیں لکھنؤ سے نکلتا ہے۔ اسمیں نہائت عمدہ اسلامی مضمون چھپتے ہیں۔ ایکماہ میں دو دفعہ شائع ہوتا ہے۔ قیمت للعہ سالانہ ہے۔ اسمیں تشحیذ الاذہان کی نسبت یہ ریویو کیا گیا ہے۔ "تشحیذ الاذہان۔ مارچ ۱۹۰۶ء سے یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور ماہوار اردو زبانمیں شائع ہوتا ہے۔ جسغرض کیلئے یہ رسالہ جاری ہوا ہے وہ نہائت اہم ہے لیکن جس طرز پر اسکی ابتدا ہوئی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ اپنے مقصد میں ضرور اس کو کامیابی ہوگی۔ مضامین زوردار ہیں اور بڑی قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک پیشوائے مذہب کے گھر سے شائع ہوتا ہے اور امام وقت کے صاحبزادے اسکو ایڈیٹ کرتے ہیں"

ریویو۔ لغات القرآن۔ ہمارے دفتر میں ایک کتاب اس نام کی بغرض ریویو آئی ہے جس کے مصنف سید عبد المحیی صاحب عرب ہیں۔ اسکی قیمت عہ ہے۔ یہ کتاب درحقیقت ایک نہائت ہی عمدہ اور مفید کتاب ہے جسکی کہ ہندوستان کو سخت ہی ضرورت تھی اسمیں قرآن شریف کے اکثر الفاظ کہ جنکی ضرورت ہو سکتی تھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ ایکطرف عربی میں اور ایکطرف اردو میں۔ بیشتر اسکو کئی جگہ سے دیکھا ہے۔ اور جہانتک میں خیال کرتا ہوں یہ ان لوگوں کیلئے جو عربی نہیں جانتے نہائت ہی مفید ہے۔ کون مسلمان ہے جسکو قرآن شریف پڑھنے کا شوق نہیں اور اسمیں کوشش کیگئی ہے کہ ایک ان پڑھ بھی اس کے ذریعہ سے قرآن شریف باترجمہ پڑھ سکے۔ اس کا ترجمہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے کیا ہے اور خوبیہ انکے نام سے ظاہر ہے۔ کہ کس محنت اور عمدگی سے یہ کام انجام پذیر ہوا ہوگا۔ یہ وہی ہیں جو کہ مباحثہ مد میں بطور رسول رسول اللہ کے پیش ہوئے تھے جیسا کہ اعجاز احمدی میں مرقوم ہے۔

درخواستیں بنام سید عبد المحیی عرب قادیان آنی چاہئیں

باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک مطبع انوار احمدیہ پریس میں بنیجر رسالہ تشحیذ الاذہان کیلئے چھاپا گیا

آزمائش صدق کے محققین حقیقت پر نظر ڈالتے ہیں۔ عوام جلدی سے کسیکو کافر اور کسیکو بیدین کہدیتے ہیں اور محققین اسکی ذرا پرواہ نہیں کرتے اگر ہم صدیقی اور فاروقی خدمات کو جو اپنی زندگی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیں لکھیں تو بلاشبہ وہ ایک دفتر میں بھی ختم نہیں ہوسکتیں۔ لیکن اگر ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمات کو لکھنا چاہیں تو کیا ان دو تین فقروں کے سوا کہ وہ انکار بیعت کی وجہ سے کربلا میں روکے گئے اور شہید کیے گئے۔ کچھ اور بھی لکھ سکتے ہیں؟ بے شک یہ کام ایسا عمدہ ہوا کہ ایک فاسق دنیا دار کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت نہیں کی مگر اعتراض تو یہ ہے کہ وہ اپنے باپ بزرگوار کے قدم پر کیوں نہ چلے باپ نے تو بقول شیعوں کے تین فاسق آدمیوں کے ہاتھ پر جو بزعم ان کے مرتد سے بھی بدتر تھے اور بقول ان کے صرف معمولی بادشاہوں میں سے تھے بیعت کرلی اور بیٹے نے تو اپنے باپ کے طریق سے اعراض کر کے ایک فاسق کی بھی بیعت نہیں کی اور انکار ہی میں جان دی۔ بہرحال یہ اتفاقی حادثہ تھا جو امام صاحب کو پیش آگیا اور بڑا بھاری ذخیرہ ان کے درجہ کا صرف یہی ایک حادثہ ہے جسکو محض غلو اور ناانصافی کی راہ سے آسمان تک کھینچا جاتا ہے اور وہ بزرگوار صحابہ جو رسول کی طرح دنیا میں کام کر گئے اور ہر میدان میں جان فدا کرنے کے لئے حاضر ہوئے ان سے بقول آپ کے لاپرواہی تو آپ کا طریق ہے۔ یہ فیصلہ تو آسانی سے ہوسکتا ہے چونکہ دنیا دار العمل ہے اور میدان حشر میں مراتب بلحاظ اعمال ملیں گے۔ پس جس کے دل میں امام حسین وحسن کی وہ عظمت ہے کہ اب وہ دوسرے صحابہ سے لاپرواہ ہے اس کو چاہیے کہ انکی خدمات شائستہ دین کی راہ میں پیش کرے اگر انکے خدمات کا پلہ بھاری ہے تو بلاشبہ وہ دوسرے صحابہ سے افضل ٹھہریں گے ورنہ ہم اس بات کے تو قائل نہیں ہوسکتے کہ خواہ مخواہ کسی کو افضل ٹھہرایا جاوے اور یہ خیال کرنا کہ ان کی فضیلت یہی کافی ہے کہ وہ نواسے ہیں یہ خیال کوئی عقلمند نہیں کرسکتا کیونکہ میں ابھی بیان کرچکا ہوں کہ نواسہ ہونا کچھ بھی چیز نہیں ایک ذرا سا رشتہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کئی لڑکیاں تھیں اور نواسے بھی کئی تھے کس کس کی ہم پرستش کریں یہ آیۃ کریمہ ہمارے لئے کافی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم مجھے اللہ جلشانہ نے کھولدیا ہے کہ اس زمانہ کا اتقا صدیق اکبر ہے بعض لوگوں کو یہ بھی دھوکہ لگا ہوا ہے

وہ کورانہ تقلید پر چلتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ تمام صحابہ کرام کے مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور قرآن کریم شامل ہے۔ صدیق اکبر اور عمر فاروق کے حق میں اس قدر تعریفی کلمات نبوی پائے جاتے ہیں کہ گویا ان دونوں بزرگواروں کو نبی قرار دیا گیا ہے۔ مگر ہماری نظر میں مجرد مناقب کوئی چیز نہیں صرف طرح طرح کے پیرایوں میں سچے مومنوں کی تعریفیں کی ہیں اور اس بات کا فیصلہ کہ ان میں سے زیادہ بزرگ کون ہے ان بزرگوں کی خدمات سے کرنا چاہیئے۔ کہ اسی کی طرف اللہ جلشانہ ہدائت فرماتا ہے۔ اب اصل کلام یہ ہے۔ کہ بیعت کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ انسان ہر ایک قولی و فعلی و اعتقادی ناانصافی سے بکلّی دست بردار ہو جاوے۔ کیوں کہ راہ راست حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اگر بہر حال اسی راہ پر قائم رہنا ہے۔ جو تقلیدی طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ تو پھر بیعت سے حاصل ہی کیا ہے۔ سہ

ہر کجا شمع ہدائت یافتی پروانہ باش ٭ گر خرد مندی پے راہ ہدا دیوانہ باش

(۴) اگرچہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اور دست بستہ کھڑا ہونا قانون فطرت کے رو سے بھی بندگی کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔ مالکی بھی شیعوں کیطرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مسنون وہی طریق ہے جو اوپر بیان ہوا اسقدر اختلاف بیعت کا کچھ حارج نہیں اگرچہ احادیث صحیحہ میں انکا نام ونشان بھی نہیں

(۵) یہ ہمیشہ سے قاعدہ رہا ہے کہ نشانوں کے چاہنے والے دو ہی قسم کے آدمی ہوتے ہیں یا غائت درجہ کے دوست یا غائت درجہ کے دشمن یعنی جب کوئی انسان مقبول خداتعالیٰ سے غائت درجہ کی دوستی و محبت اختیار کرے یہانتک کہ اسکی راہ میں قربان ہو جاوے اور اسکی خاکپا ہو جائے تو وہ اپنے حوادث اور مصائب کے وقت یا تکمیل مدارج کے لئے رحمت کے آثار دیکھتا ہے اور اسکی برکت اور محبت سے جذبات نفسانی کم ہوتے جاتے ہیں اور ذوق اور محبت بڑھتی جاتی ہے اور دنیا کی محبت کم اور ٹھنڈی ہوتی جاتی ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے نشانوں کے ذریعہ سے اسپر ظاہر کرتا جاتا ہے کہ یہ شخص محبوبان اور مقبولان الٰہی میں سے ہے اور عادت اللہ قدیم سے ایسی ہی جاری ہے کہ جب اس درجہ پر کسی کی ارادت پہونچ جائے تو اس کا ایمان کامل کرنے کیلئے کسی قسم کے نشان ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیشتر

بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ ہم قرآن شریف سے اسی قدر محبت اور عشق پیدا کریں گے جس قدر ہمیں ان بزرگوں کے امین ہونے پر ایمان ہوگا اگر ہم ذرا بھی کمالات ایمانیہ میں ان کو کم سمجھیں گے تو وہ ہی کمی قرآن شریف کی عظمت کے بارہ میں ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائیگی یہی وجہ ہے کہ جس پیار اور محبت سے سنت جماعت کے لوگ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں اور بعد اس کے حفظ کر لیتے ہیں یہ بات شیعہ لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مثلاً مجھے تخمیناً معلوم ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک لاکھ سے زیادہ سنت جماعت میں سے قرآن شریف کا حافظ ہوگا مگر کیا کوئی اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ اس ملک میں شیعہ لوگوں میں سے دس۱۰ پندرہ۱۵ بھی حافظ ہیں ؟ مگر میرے خیال میں ایک حافظ بھی نہیں اس کا کیا سبب ہے ؟ وہی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم پس اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگواروں کو بنظر تخفیف دیکھنے میں سراسر ایمان کا گھاٹا ہے۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ - پانچویں۵ بیعت کے لئے یہ ضروری عقیدہ ہے کہ شرک سے بکلی پرہیز کرے اگر یہ تمام عقائد کسی شیعہ میں پائے جاویں تو بلاشبہ اس کی حالت اچھی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ بیعت میں داخل ہو۔

بیعت کے مقاصد میں سے ایک بھاری مقصد یہ ہے کہ انسان راہ راست پر آوے اور خدا تعالےٰ کے غضب سے ڈر کر ہر ایک طریق ناانصافی کو چھوڑ دیوے جو شخص عمداً ناانصافی پر جما رہنا چاہتا ہے وہ دراصل حقیقت بیعت سے غافل ہے ہم اس مسافر خانہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے آئے ہیں اور اس غرض سے بھیجے گئے ہیں کہ اپنے اخلاق اور عقائد اور اعمال کو درست کرکے اور حسب مرضیات الٰہی اپنے نفس کو بنا کر اس مولیٰ کریم کی رضامندی حاصل کریں۔ سو ہر ایک بات میں یہ دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ کیا ہمارے قول اور فعل ظلم اور زیادتی سے خالی ہیں۔ یا ہم انصاف کا خون کر رہے ہیں جن بزرگ لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضعف و ناتوانی اور تنہائی اور غربت کے ایام میں آں جناب کی رفاقت اختیار کی اس رفاقت اور اس ایمان کے پاس کے لئے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اپنی ریاستوں ملکیتوں سے بے دخل کئے گئے وطن سے نکالے گئے اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے صدہا دفعہ اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالا ان کی شان کو جیسا چاہئے نہ سمجھنا سخت درجہ کی ناانصافی ہے درحقیقت اگر ہم انصاف سے دیکھیں اور عدالت کی نگاہ سے نظر کریں

تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ لوگ اعلیٰ درجہ کے مقدس ہیں ہر ایک شخص کی فضیلت باعتبار اس کے حسن خدمات کے اور ذاتی لیاقتوں کے ہوا کرتی ہے۔ سو جیسے صحابہ کرام کی فضیلت اس قاعدہ مستمرہ کی رُو سے بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے کسی اور دوسرے کی فضیلت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو بھاری نیکی کا کام دنیا میں آکر کیا وہ صرف اس قدر ہے۔ کہ ایک نابکار دنیا دار کے ہاتھ پر اُنہوں نے بیعت نہ کی۔ اور اسی کشاکش کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ مگر یہ ایک شخصی ابتلا ہے جو اُنہیں پیش آیا اگر اس کو حضرت صدیق اکبر کی ان جانفشانیوں کے ساتھ جانچا جاوے جو اُنہوں نے تمام عمر محض اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے اکمل اور اتم طور پر پوری کی تھیں تو کیا شخصی ابتلا کو کچھ اس سے نسبت ہو سکتی ہے۔ اللہ جلشانہ کا کسی سے رشتہ نہیں ہے۔ جو شخص اعلیٰ درجہ کی وفاداری اور خدمتگذاری کرے گا وہی اس کا مقرب ہو گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ البتہ نواسے زندہ رہے ہیں۔ جیسے حضرت فاطمہ کی اولاد یا دوسری بیبیوں کی اولاد۔ سو خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے مدارج ان کے اعمال کے موافق ہیں۔ خواہ نخواہ کا درجہ کسی کو دیا نہیں جاتا۔ جو شخص محض خدا تعالیٰ کے لئے کسی سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے دیکھے۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس نے کیا کیا عمدہ کام کیا ہے ناحق فضیلت ان کو نہ دیوے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ محض رشتہ سے کیوں کر فضیلت پیدا ہو جاتی ہے خاص کر کے ذرا سے رشتہ سے۔ جو نواسہ ہوتا ہے۔ کنعان حضرت نوحؑ کا بیٹا تھا اور آذر حضرت ابراہیمؑ کا باپ پس کیا انہیں یہ رشتہ کام آیا؟ پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اہل بیت ہونا اپنے نفس میں کچھ بھی چیز نہیں ہے بے شک امام حسن و حسین ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ان کی راستبازی کی وجہ سے کامل کیا ہے نہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ کیوں کہ نواسے تو اور بھی تھے نواسہ ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک یا خلقت کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا ہے۔ لیکن بلاشبہ کمالات صدیقی و فاروقی کے مقابل پر حسینی کمالات تنزل ہیں۔ ان بزرگواروں نے اسلام پر بڑا احسان کیا اور اسلام کی شوکت کو دنیا میں قائم کیا۔ اور وہ جانفشانی کے کام کئے جو نبی اور رسول کرتے ہیں۔ جو شخص ان کے احسانات کا منکر ہووے وہ خدا تعالیٰ کا کافر نعمت ہے اگر ہم ذبح بھی کئے جاویں۔ تو ہرگز راستی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ عوام کا قاعدہ ہے کہ

ہم یہاں پر وہی مسائل درج کریں گے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اس حکم کے فیصلہ یا عمل کے مطابق ہونگی اور حق کی تائید میں وہ راہیں اختیار کرینگے جو کہ اس امام برحق اور حکم عدل نے اختیار کی ہیں اور جو مسائل ہم بیان کریں گے بجز کسی خاص ضرورت وقتی کے ہم انکو باترتیب بیان کریں گے اور سب سے پہلے ایمانیات پر مختصر بحث کرینگے مسائل دینیات تین قسم کے ہوتے ہیں ایمانیات ۔ اعمال ۔ اخلاق ۔ اور ہر ایک پر چار قسم کی بحث و تحقیق ہوتی ہے ۔ کیفیت ۔ اثبات اسرار ۔ آثار ۔

ایمانیات

ایمانیات کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خدا ہے اور وہ سب نقصوں سے پاک اور سب کمالوں سے متصف ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ دہریہ کے سوا سب مذاہب اسپر اتفاق رکھتے ہیں اگرچہ تفصیل کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ بعض مذاہب ایسے راہ چلے ہیں کہ جس سے ثابت نہیں ہوتا کہ ہے بلکہ بعض ایسی راہ اختیار کرتے ہیں کہ جس سے اسقدر بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہونا چاہئیے اور بعض ایسی باتیں خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں جو فی الحقیقت نقص ہیں اور بعض امور کی نفی کرتے ہیں جو فی الحقیقت کمال ہیں اور یہ اثبات و نفی انکی مسلم مسئلہ کے مخالف ہوتے ہیں ۔ ہاں اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جو ان سب نقصوں سے مبرا اور منزہ تھا پر جب سے اس کے پیرو رجحان خدا کی کتاب کو تقویم پارینہ کیطرح مہجور و متروک کر کے دیگر مذاہب سے متاثر ہوئے اور خصوصاً یونانی مشرکوں کے ناپاک دماغوں کا نچوڑ چاٹکر اور مشرکانہ خیالات کو اسلامی فلسفہ کے نام سے موسوم کر کے اپنی اور اپنی نسل کا گرانمایہ سرمایہ اسپر تصدق کرنے لگے اور جس کتاب کے ذریعہ سے ان کے آباء نے سب پر فتح پائی تھی اسکو پاس رکھکر پھر بھی اپنے بین اور مبرہن اور فطرتی مذہب کے ثبوت اور تائید میں اپنے آپ کو یونانی مشرکوں کے سطحی خیالات کے محتاج ماننے لگے تو انہیں بھی مذکورہ بالا خرابیاں آگئیں ۔ پر چونکہ خدا نے اس پاک مذہب کی حفاظت اور تائید اپنے ذمہ رکھی ہوئی ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ ہر ایک صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجکر اس کے براہین کو روشن اور نشانوں کو تازہ اور غلط فہمیوں کو رفع اور اعتراضوں کو دور کرونگا لہٰذا اس نے اسوقت حضرت مرزا صاحب کو اپنے وعدہ کے مطابق بھیجکر اسکی

تائید اور حفاظت کی اور آپ نے حکم ہو کر اس مسئلہ میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ سچے اور مسلم مسئلہ میں سب سے گرا ہوا مذہب آریہ ہے کیونکہ اگرچہ وہ اس امر کے قائل ہیں کہ خدا ہے پر اول اسکے اثبات کی جو راہیں ہیں اور جنکو سب راست بازوں نے استعمال کیا ہے یہ سب انسے منکر ہیں اور وہ راہیں خدا کی وحی اور تازہ نشان ہیں اور پھر اس کے بعد فلسفیانہ دلائل کا طریق تھا اگرچہ ان کے مقدمات کلیہ انسانی ناقص استقرا کا نتیجہ ہونے اور تناقض ارا کا سیاہ داغ اپنی پیشانی پر رکھنے سے ظنی ہوتے ہیں اور علی سبیل التسلیم پھر اسی نتیجہ پر پہونچاتے ہیں کہ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ہے پر ان کا سب دار و مدار حدوث اور احتیاج پر ہے اور آریہ مذہب اس بات کا قائل ہے کہ مادہ کائنات اور ارواح اپنے سب قوا اور خواص کے ساتھ قدیم اور غیر محتاج ہیں۔ لہذا وہ فلسفیانہ دلائل سے بھی اس نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے کہ کوئی خدا ہونا چاہیئے کیونکہ جب مادہ عالم اور ارواح اپنے وجود اور قوا اور خواص میں غیر محتاج ہیں تو پھر ممکن ہے کہ خالی ترکیب میں بھی خدا کے محتاج نہوں بلکہ انکی ترکیب میں خدا کا دخل دینا مداخلت بیجا ہے خدا کا ان سے اب تعلق ہی کیا ہے یا ان کو خدا کے دخل بیجا سے فائدہ ہی کیا ہے یہی کہ جونوں کے چکر میں بے گناہوں اور غیر ممنون احسانوں کو قید کرے بلکہ جس عدل کے قائم کرنے کے لئے وہ اس دائمی چکر کے قائل ہوئے ہیں وہ خدا کو کب اجازت دیتا ہے کہ اپنی سلطنت اور احسان سے باہر کی چیز و نیز ایسا بیجا اور ظالمانہ اور مضر تصرف کرے۔

ان سے دوسرے مرتبہ پر فلسفی ہیں ان کا اس مسئلہ میں وہی نقص بتایا ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔

تیسرے درجہ پر یہود و نصاریٰ ہیں ان کے پاس خدا کا کلام اور خدا کے نشان تھے پر چونکہ نہ خدا نے انکی کتابوں کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور نہ ان کے مذہب و ملت کی لہذا پہلا کلام تو محفوظ نہ رہا اور نہ آئندہ انہیں کوئی کلیم اور ذی نشان پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے وہ امیدوار ہیں نئے کلام اور نشان کے نہ وہ قائل نہ ان کے پاس ہے پہلا کلام تو اول محفوظ نہیں دوم وہ خود علمی اور قومی رنگ میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ بائبل اب تقویم پارینہ ہے اور پرانے نشان بھی عجیب فسانوں سے زیادہ اثر اور وقعت نہیں رکھتے پس یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے

اثبات میں ان کے پاس کچھ تھا پر اب وہ قلاش محض ہیں جدی ترکہ پر یوں پانی پھیرا کہ کچھ تو استاد زمانہ نے ہاتھ پھیرا اور باقی پر انھوں نے خود پانی پھیر دیا اور خود نہ کچھ پیدا کیا اور نہ پیدا کرنے کے امیدوار رہے بلکہ عیسائیوں نے تو بیٹا منوانے منواتے باپ سے بھی انکار کرا دیا کیونکہ مثل مشہور ہے الولد سر لابیہ اور اردو کا بھی مشہور مقولہ ہے۔ جیسا دیکھا سالا ایسی ہی سالے کی بہن۔ بیٹے کی سرگذشت سے تو ہر کہ و مہ واقف ہو ہی گیا ہے پس لائق بیٹے سے باپ کی لیاقت کا اندازہ بھی لوگوں نے کرلیا اور یقین کرلیا کہ جب بیٹا یہود کے ہاتھ سے مارا گیا تو اس کے باپ کی کیا طاقت ہوسکتی ہے کہ سب کا خالق اور قادر مطلق ہو یا اسکی یہ طاقت ہو کہ اپنے انکار پر کسیکو مواخذہ کر سکے اور پھر خصوصاً ایسے لوگوں کو جو اس کے بیٹے کے قاتلوں سے ہزارہا درجہ طاقت ور ہیں یہی وجہ ہے کہ بیٹے کے ماننے والوں نے جب سے نظر کھولی ہے اور بیٹے کے حالات سے بخوبی واقفیت پیدا کی ہے تو اسیوقت سے انمیں جسقدر دہریہ ہوئے ہیں اسقدر اور کسی قوم میں نہیں پائے جاتے باپ بیٹے دونوں کے انکار کی کوئی حد نہیں۔

چوتھے نمبر پر شیعہ کا گروہ ہے

یہ لوگ زبان سے تو کہتے ہیں کہ خدا ہے پر اس کے ثبوت کے لئے جو کچھ قرآن مجید نے بیان فرمایا اسپر تو انہوں نے یوں پانی پھیرا ہے کہ موجودہ قرآن مجید کو تو بیاض عثمانی کہکر قرار دیکر پس پشت ڈالدیا اور اصل قرآن مجید کی نسبت یہ کہدیا کہ وہ مہدی فاطمی بلکہ حسینی کے پاس چلا گیا ہوا ہے چنانچہ تفسیر صافی جو کہ شیعوں کی ایک معتبر تفسیر ہے اسکی عبارت بلکہ اسکی نقل کردہ حدیث قرآن مجید کی نسبت یہ ہے۔ المقدمة السادسة فی نبذ مما جاء فی جمع القرآن وتحریفه وزیادته ونقصه عن ابی جعفر قال لولا انه زید فی کتاب الله ونقص ما خفی حقنا علی ذی حجی پھر ایک لنبی حدیث نقل کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو حضرت علی رض نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین اور انصار پر پیش کیا تو جب ابو بکر رض نے اس کو کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر مہاجرین اور انصار کی فضیحتیں پائیں تو عمر رض کو دیدیا اور کہا اے علی اس کو لیجا ہمیں اسکی کوئی حاجت نہیں۔ پس حضرت علی علیہ السلام اس کو

لیکر واپس چلے گئے پھر عمر نے زید بن ثابت کو حکم دیا کہ علی تو ایسا قرآن لایا تھا جسے ہم نے رد کر دیا ہے اب تم بناؤ جو ایسی باتوں سے پاک ہو تو اس نے منظور کر لیا پر یہ کہا کہ اگر میں بنالایا اور علی نے وہ نکالا تو ہماری ساری کارروائی باطل ہو جائے گی عمرؓ نے کہا پھر اس کا کیا حیلہ ہے اس نے کہا حیلہ تو تم ہی اچھا جانتے ہو تب عمرؓ نے کہا اس کے قتل کے سوا اور کوئی حیلہ نہیں ہو سکتا پس آپ کے قتل کے لئے خالد بن ولید کو مقرر کیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ بنا تو اس نے حضرت علیؓ سے وہ قرآن مانگا تاکہ اسکو محرف مبدل کر دیں پس علیؓ کو کہا اے ابو الحسن تو ابو بکر کے پاس لایا تھا لیکن اب ہمارے پاس لا تاکہ ہم سب اس پر اتفاق کریں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اب تو وقت چلا گیا میں تو اسوقت بھی اسی وجہ سے لایا تھا کہ تم پر حجت پوری ہو جائے تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے یا یہ کہ تو ہمارے پاس نہ لایا تھا اس قرآن کو تو بجز پاک لوگوں اور وصیوں کے جو میری اولاد میں سے ہیں کوئی نہ چھوئیگا تب عمرؓ نے کہا فهل وقت لاظهاره معلوم قال علی علیه السلام نعم اذا قام القائم من ولدی یظهره ویحمل الناس علیه فیجری السنة به غرضکہ ایسی بہت سی حدیثیں روایت کر کے پھر صاحب تفسیر ان سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتا ہے۔

اقول المستفاد من مجموع هذه الاخبار وغیرها من الروایات من طریق اهل البیت علیهم السلام ان القرآن الذی بین اظهرنا لیس بتمامه کما انزل علی محمدٍ بل منه ما هو خلاف ما انزل الله ومنه ما هو مغیر محرف وانه قد حذف عنه اشیاء کثیرة منها اسم علیؑ علیه السلام فی کثیر من المواضع ومنها لفظة آل محمد غیر مرة ومنها اسماء المنافقین فی مواضعها ومنها غیر ذلک وانه لیس ایضًا علی الترتیب المرضی عند الله وعند رسوله۔

اور آپ کی وفات کے بعد خلافت بھی دبالی اور علاوہ اس کے فتوحات کو اسقدر وسیع کیا کہ جس کا اقرار سب دنیا کو ہے بس اس اعتقاد فاسد سے اس قسم کے نشان بھی ہاتھ سے دیدیئے اب یہ تازہ نشانات تو وہ سب کے سب غار والے مہدی کے حصہ میں رکھے ہوئے ہیں۔